



سید الزماں ہشتی

فیضانِ ابرار

وہ اک شخص کہ جس سے محبتیں تھیں بہت

خفا ہوئے تو اسی سے تھیں شکایتیں بہت

بہت پیارے تھے اپنے اصول اس کو بھی

ہمیں بھی اپنی انا کی تھیں ضرورتیں بہت

تو آپ ہمارے فیملی ممبر بن گئے ہیں۔ ایک بلی سی مکان اس کے لیوں پر تھی ہوئی تھی۔

”میں نے جلدی واپس جانا ہے کیونکہ بھائی امی جان کے پاس اکٹلی ہیں۔“

”مشکوٰۃ! مجھے آپ کی مجبوری کا پتا ہے اس لیے اصرار نہیں کروں گا مگر بات اور ویسے برآپ لازمی شریک ہوں گی۔“ فرحان کے لہجے میں پیار بھرا حکم تھا۔

”اوکے فرحان بھائی! میں ضرور آؤں گی۔“

آ شیر اس مختصر سی گفتگو کے دوران پوری طرح فرحان اور اس لڑکی کی طرف متوجہ رہا جو یقیناً فرحان کی سرسرایوں میں سے تھی کیونکہ اس کا اندازہ وہ دونوں کی گفتگو سے ہو رہا تھا۔

”بہت ناگس لڑکی ہے رتنا کی کزن ہے۔“ فرحان نے اس کے جانے کے بعد آ شیر سے کہا۔

فرحان کے لہجے کا احترام نہ رہا تھا کیونکہ لڑکی خاص ہی ہے حالانکہ پہلی نگاہ میں وہ اتنی خاص برکزن نہیں لگتی تھی۔ کپڑے بھی کوئی خاص چمک دمک والے نہیں تھے سر پر لکراف اور شانے پر دو پتے تھا جو بڑے سلیقے سے اوڑھا گیا تھا۔

بات کسی دوسرے شہر تو جانی نہیں تھی اس لیے آرام سے تیاری کی گئی۔ وہاں پہنچ کر آ شیر کی سلاخی نگاہیں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں! اوئیں نے نوٹ کر لیا ویسے بھی وہ اس سے مزاج آشنا تھا۔

”یار کہا بات ہے کس کو ڈھونڈ رہے ہو؟“

”کسی کو بھی نہیں۔“ اس نے اوئیں کو ٹالا۔ فرحان نے آ شیر سمیت اوئیں اور حسان کو بھی ساتھ ساتھ رہنے کو کہا تھا۔

”یار! دلہا بن کے تم بالکل ہولن لگ رہے ہو۔“ آ شیر نے

رنگ و بو کا گویا طوفان امنڈ آیا تھا! آ شیر علوی کزنز اور دوستوں کے ساتھ اس رنگین و شونخ ہنگامے سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا۔ فرحان جس کی مہندی تھی آ شیر کا کزن اور جگری دوست تھا! فرحان نے اپنی پسند سے لڑکی چنی تھی جس کے ساتھ اب اس کی شادی ہونے جا رہی تھی۔ وہ بے پناہ خوش تھا۔ فرحان کا نکاح دو پہر میں ہو چکا تھا۔

فرحان کی خواہش تھی کہ مہندی کا یہ فٹنگشن مشترکہ ہو مگر رتنا کے گھر والے نہیں مانے اور پھر رتنا کے گھر سے مہندی آگئی تھی۔ آ شیر کے دو چار مٹھے دوست لڑکیوں پر تبصرے کر رہے تھے آ شیر بھی پاس کھڑا تھا۔

فرحان کی بہنیں اور کزنز اسے سرخ دوپٹے کی چھاؤں میں مہندی کے لیے سچائے گئے اسٹیج تک لارہی تھیں۔ اب بار بار آ شیر کے نام کی پکار پڑ رہی تھی! اوئیں اور حسان بھی فرحان کے دوست تھے تینوں اس کی طرف بڑھنے لگے۔

”مشکوٰۃ! کہاں ہو جلدی کرو! فرحان بھائی کو مہندی لگاؤ۔“ آ شیر کے پیچھے سارا ڈانٹا تھا۔

جب ہی وہ پروقار قدموں سے چلتی فرحان تک آئی۔

”اسلام علیکم فرحان بھائی! کیسے ہیں آپ؟ میری طرف سے بہت بہت مبارک ہوا آپ کو۔“ لڑکی کا لہجہ بہت نرم اور سلجھا ہوا تھا۔

”مشکوٰۃ! بہت بہت شکریہ یہاں آنے کا۔ آگئی کی طبیعت کی خرابی کے باوجود آپ مہندی میں شریک ہوئیں۔“

فرحان کا لہجہ سامنے والی لڑکی کے لیے احترام اور عزت سے بھرا ہوا تھا جس پر آ شیر جی بھر کے حیران ہوئے۔

”فرحان بھائی اس میں شکریہ کی کوئی بات نہیں ہے اب

چوٹ کی۔

تھا۔ وہ وقتے وقتے سے مشکوٰۃ کو مخاطب کر رہا تھا اب تو آشیرکو اس کا نام ازبر ہو چکا تھا اسی کی شخصیت کی مانند منظر اور پروقار۔

فرحان کے گھر میں رہنا کو پہلے تو مختلف رسموں سے گزارا گیا پھر اندر لے جایا گیا اب آشیر اور حسن کے گھیرے میں تھا۔

”تم تو آج ایک ہی لڑکی کو گھور گھور کر دیکھتے رہے۔ خیر تو تھی۔“

”پتا نہیں۔“ وہ بے نیازی سے کندھے اچکا کر دوستوں کے پاس سے ہٹ گیا۔

آشیر کے لیے شاید یہ عام اور معمولی سی بات تھی مگر دیکھنے والوں نے بہت سی باتیں خود سے اخذ کر لی تھیں جہاں اولیس و حسن نے اس کی نگاہوں کی چوری پکڑی تھی۔ وہاں مشکوٰۃ کی کزنز نے بھی آشیر کی نگاہوں کی بے باکی اور بے خوفی ملاحظہ کی تھی اور پھر سب نے ایک دوسرے کو یہ بات بتائی تھی۔ آشیر کی نگاہوں کو فنا سے چھو کے پلٹ آئی۔ مشکوٰۃ کی کزن سادیہ نے یہ منظر پوری جزئیات اور تفصیلات کے ساتھ یاد کر لیا۔

سادیہ ویسے بھی مشکوٰۃ سے خار کھانے لگی تھی مشکوٰۃ سادیہ کے چھوٹے چچا کی بیٹی تھی پورے گھر کی لاڈلی بچا جان کو اپنی اس چھوٹی بیٹی پر بے پناہ نثار تھا۔ سادیہ کے ماموں کی فیملی کینیڈا میں رہائش پذیر تھی۔ وہ چھٹیوں میں پاکستان آتے جاتے رہتے تھے سادیہ کی ممانی زہرا کو ایک القاتی ملاقات میں مشکوٰۃ بھاگ گئی۔ وہ کسی کو بتانے اور مشورہ کے بغیر سیدھی سادیہ کے چچا عباس کے گھر پہنچ گئی اس بات کی خبر جب سادیہ اینڈ فیملی کو ہوئی تو بڑا جھگڑا ہوا وہ تو اس لگائے بیٹھے تھے کہ سادیہ سے بڑی بیٹی باویہ کا رشتہ ماموں کے بیٹے کو دیں گے اور ادھر اور یہی کہانی چل رہی تھی۔ عباس چچا تنک بھی یہ قصہ مباہلہ آئیزی اور افسانہ طرازی کے ساتھ پہنچا تو انہوں نے نرمی سے سادیہ کے ماموں ممانی کو انکار کر دیا اور پھر بالائی ہالا بالا زہرا ممانی نے اپنی بہن کی بیٹی سے لاڈ لے سیدت کی نسبت طے کر دی۔ اس کا ذمہ دار بھی مشکوٰۃ کو ٹھہرایا

”تمہیں رہنا کی کزنز کا پتا نہیں ہے آفت ہیں پوری ایک ایک سے شرارت کرتی ہیں اور ٹینگ دودھ پلائی جوتا چھپائی کے دوران جو میری درگت بننے والی ہے سوچ سوچ کر ہول اٹھ رہے ہیں۔“ بے چارہ فرحان جیج جیج بہت گھبرایا ہوا تھا۔

”ہمارے ہوتے پریشان مت ہو۔“ اولیس نے پیٹھ ٹھوکی۔

”تمہارے ہونے کی وجہ سے ہی تو پریشان ہوں ایسا نہ ہو تم لڑکی والوں کی طرف ہو جاؤ۔“ فرحان اس کی عادت سے آگاہ تھا۔ جبکہ وہ شرمندہ سا ہو گیا۔

رہنا کی کزنز مٹھائی اور دودھ لے کر آئیں رہنا کی کوئی بہن نہیں تھی اس لیے بہنوں کا رول کزنز ادا کر رہی تھیں۔ ان سب میں وہ نظر نہیں آ رہی تھی جس کی فرحان نے تعریف کی تھی کھانے کے بعد رہنا کو بھی اسٹیج پر فرحان کے ساتھ بٹھایا جاتا تھا۔

جب ہی وہ نظر آئی وہ رہنا کو تھام کر اندر سے لائی تھی اب وہ رہنا کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ آشیر نے کھل کر جائزہ لیا وہ فرحان کے دائیں جانب بیٹھا تھا اچانک مشکوٰۃ کی نگاہ اس کی طرف اٹھی تو اسے غصہ آ گیا۔ رہنا اسے پاس سے اٹھنے ہی نہیں دے رہی تھی اسی جان کی طبیعت خاصی بہتر تھی اس لیے وہ پرسکون تھی پر فرحان بھائی کے ساتھ بیٹھے نو جوان کی نگاہوں نے اسے سڑب سا کر دیا تھا۔

آج وہ بلیک کمر کے سوٹ میں بیٹھی تھی اسکارف اسی طرف بالوں کو چھپائے ہوئے تھا۔ آنکھوں میں کاہل کی شونہ سی تحریر اور لبوں کی کٹاؤ میں نیچرل سی لپ اسٹک کی ہلکی سی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے بائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی میں نازکی سی انگوٹھی چمک رہی تھی جس میں سرخ نضامنا سنگ بڑا واضح تھا۔

بارات کی واپسی پر وہ رہنا کے ساتھ جھپٹی سیٹ پر اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ آشیر ڈرائیونگ کر رہا تھا ساتھ فرحان

اور مشکوٰۃ کے ابواب پس میں بھائی تھے۔ رہنا مشکوٰۃ کو بہت پسند کرتی تھی اور دل سے اس کی معترف تھی، سلاویہ ہادی کی نسبت اس نے مشکوٰۃ کا بھی مذاق نہیں اڑایا تھا کیونکہ اسے پتا تھا کہ اس کے چچا کی یہ بیٹی کس بچہ کی ہے۔ ان دونوں کی فتنی بھی خوب تھی۔

ابو تورمنا کی رخصتی کے بعد تیا کے پاس ہی رک گئے تھے اور کافی دیر بعد گھر واپس آئے تھے۔ مشکوٰۃ ان کے آنے کے گھنٹہ بعد واپس آئی اس نے سب سے پہلے امی سے ان کی طبیعت کا پوچھا۔ ابو سے گپ شب کی بھر عشا کی نماز پڑھنے کے ارادے سے کمرے میں آئی۔ ماؤں جو تو اس کی قید سے آزاد کیے سرے اس کا رفا اتار تو رہی مائیں نے اس کی کمر کو ڈھانپ لیا تھا۔ نماز سے فارغ ہوئی تو اسی فرصت میں اسے فرحان بھائی کے ساتھ بیٹھا نوجوان یاد آیا۔ کس طرح اسے گھور رہا تھا جیسے کچھ تلاش کرنا چاہ رہا ہو کسی کھونج میں ہو غیب بے باک کی نگاہ تھی اس کی اخلاق کی ہر حد سے زائد۔



بچی سنواری رہنا مکمل کے مقابلے میں آج بے پناہ حسین لگ رہی تھی اس حسن میں یقیناً فرحان کی جھوٹوں کا اعجاز بھی شامل تھا۔ مشکوٰۃ نے بے اختیار اس کا ہاتھ چوما تو رہنا نے ہاتھ پکڑ کر پاس ہی نکھالیا۔ سلاویہ اور ہادی پہلے سے پہچانی ہوئی تھیں، سلاویہ کی نگاہ آ شیر علوی کو ڈھونڈ رہی تھی وہ کھانے کے دوران نظر آ ہی گیا۔ ایک اچھے میزبان کی طرح وہ سب پر توجہ دے رہا تھا۔ مشکوٰۃ چچی ندرت اور خاندان کی دیگر عورتوں کے ساتھ ایک ہی ٹیبل پر بیٹھی تھی اس کے دائیں طرف سلاویہ اور ہادی تھیں۔

آ شیر علوی ان کی ٹیبل پر بھی آیا آخر کو وہ اب فرحان کے سرسالی تھے۔ اس نے آ شیر پر ذمہ داری ڈالی تھی کہ ان کی خاطر مدارت میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے وہ مشکوٰۃ کی ٹیبل کے پاس رکا تو سلاویہ نے معنی خیز نگاہوں سے ہادی اور ماں کی طرف دیکھا۔ وہ ان سب سے خیر خیریت دریافت کر رہا تھا۔ ”آپ نے تو کچھ لیا ہی نہیں میں گرم کھانا منگواتا ہوں۔“ اس کی مخاطب مشکوٰۃ تھی جس نے پلیٹ میں صرف

گیانہ وہ ہوتی اور نہ بہرشت ہاتھ سے لکھا۔ تب سے سلاویہ نے تو اس سے ضد ہی باندھ لی تھی مشکوٰۃ اسے بہت بڑی گلے لگی تھی۔ پورے خاندان کی عورتیں مشکوٰۃ کی مثالیں دیتی کہ لڑکیوں کو ایسا ہونا چاہیے۔ بلا ضرورت وہ بوٹی نہیں لگانی اپنے کام سے کام نہ لیتی، شفی اور کھانا اس کے مزاج سے کوسوں دور تھا۔ وہ سنجیدہ و باوقار اور رکھ رکھاؤ والی تھی اسے دیکھتے ہی ذہن میں احترام کا تصور ابھرتا تھا۔ بلا ضرورت وہ گزرتے سے فری نہیں ہوتی تھی سلیتے اور ڈھنگ کے کپڑے پہنتی، فیشن کرتی تو ایک حد میں رہ کر۔ بہت سی ماؤں کے لیے وہ ایک آئیڈل بنی تھی ان سب باتوں سے قطع نظر پیٹھ پیچھے مشکوٰۃ کا مذاق اڑایا جاتا اس کی ڈریسنگ اور حلیے پر طنز کیے جاتے اور یہ اعتراض اور طنز کرنے میں لڑکیاں پیش پیش ہوتیں۔ اس وقت حد ہی ہوگئی جب حافظ اسرار کا رشتہ مشکوٰۃ کے لیے آیا۔

حافظ اسرار سلجھا ہوا معزز خاندان کا نوجوان تھا۔ پیشے کے لحاظ سے وہ انجینئر تھا اور اچھا خاصا خوش شکل اور اساتذہ تھا۔ ابھی مشکوٰۃ کے گھر والوں نے سوچنے کے لیے نام مانگا تھا حتی طور پر رضامندی یا انکار نہیں ہوا تھا پڑ لڑکیوں کے ہاتھ مذاق آ گیا تھا۔ پھوپھی بیٹی سدرہ نے تو اپنی ماں سے صاف کہہ دیا تھا۔

”ہمیں مشکوٰۃ کی مثالیں مت دیا کریں ہم اس کی طرح بن گئے تو پھر حافظ اسرار جیسے مولویوں کے رشتے ہی ملیں گے اور مجھے مولوی پسند نہیں۔“ اس لطیفے نے سارے خاندان میں گردش کی تھی۔



رہنا سے بمشکل تمام اجازت لے کر وہ بھائی کے ساتھ واپس آئی۔ امی ابو دونوں اسی کے انتظار میں تھے امی گزشتہ ماہ سیزیموں سے گر کر ٹانگ کی ہڈی تڑوا بیٹھی تھیں۔ کچھ دن اسپتال میں ایڈمٹ رہنے کے بعد وہ گھر آئی تھیں ٹانگ پر چڑھے پلاسٹر کی وجہ سے چلنا پھرنا محال تھا۔ کوئی نہ کوئی عیادت کے لیے بھی چلا آتا امی دوران رہنا کی شادی طے پائی رہنا اس کے بہت قریب تھی اپنی ہر بات بشیر کرتی۔ رہنا

تھوڑی سی بریانی اور سلاڈا اٹھا۔ آشیر نے پاس سے گزرتے
بیرے کو مزید کھانا لانے کے لیے کہا۔ مشکوٰۃ سے کھانا کھانا
دو بھر ہو گیا۔ سلاویہ کی معنی خیز کھاراس کی ساعتوں تک پہنچ گئی
تھی آ آشیر کی بیک پر سلاویہ بیٹھی تھی۔

”ہمیں کولڈ ڈرنک منگوا دیں۔“ سلاویہ نے خود ڈبل
اندازی کی تو آشیر فوراً الٹ ہو گیا۔ ”ہم بھی آپ کی رہنا بھابی
کے رشتہ دار ہیں۔“ اس نے جتایا تو جواباً وہ ہنس پڑا۔
”مجھے پتا ہے۔“

”لگتا تو نہیں ہے کچھ خاص لوگ ہی آپ کی توجہ کا مرکز
بنے ہوئے ہیں۔“

”ارے نہیں آپ بھی ہمارے لیے اہم ہیں۔“ وہ خالی
پڑی کرسی پر ان کے پاس ہی بیٹھ گیا تو سلاویہ کو بڑی خوشی
ہوئی۔

نواد بھائی نے کہا تھا کہ واپسی میں چچی اور سلاویہ لوگوں
کے ساتھ آ جانا کیونکہ گاڑی خراب ہو گئی تھی اب وہ صبر سے
ان کے اٹھنے کا انتظار کر رہی تھی۔ کھانا کھا کے سب لوگ کب
کے فارغ ہو چکے تھے مگر سلاویہ کی باتیں ختم ہونے میں نہیں
آ رہی تھیں۔ مشکوٰۃ ان کی نیبل پر آ گئی۔

”چچی گھر چلیں ناں کافی تاہم ہو گیا ہے۔“ آشیر جب فوراً
اس کی طرف گھوما اب وہ پوری جی جان سے اس کی طرف
متوجہ تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے ان دونوں کے سوا اور وہاں کوئی
نہیں ہے خود پر گڑی اس کی نگاہیں مشکوٰۃ کو احساس تو ہیں میں
جلا کر رہی تھیں۔

آشیر نے بغور اس کا جائزہ لیا تھا مشکوٰۃ پنک کمر کے
کپڑوں میں لمبوس تھی۔ سر پر کپڑوں کے ہر رنگ اس کا رخ تھا
اور اس کے سر کے بالوں کی کوئی جھلک تک نہیں دکھائی دے
رہی تھی تھا۔ پاؤں نازک سی جوتیوں میں مقید تھے۔

”میں آپ لوگوں کو ڈراپ کروں؟“ آشیر نے فوراً آفر کی۔
”ارے نہیں ہم اپنی گاڑی میں جا رہے گے۔“ چچی
قدرت نے فوراً جتایا۔ مشکوٰۃ خاموش کھڑی ان کو دیکھ رہی تھی۔
”یہ ہماری نزن ہیں مشکوٰۃ؟“ سلاویہ نے آشیر کی توجہ
مشکوٰۃ کی طرف محسوس کی تو جھٹ اس کا احوال سنا تعارف

کر دیا۔

”کیا کرتی ہیں آپ مشکوٰۃ؟“ آشیر کے تودل کی کلی ہی
کھل اٹھی۔ سلاویہ اور ہادیہ سمیت اب قدرت بھی ان دونوں
کی طرف متوجہ ہو کر ادول میں کچھ سوچ رہی تھی۔

”میں گھر پر ہی ہوتی ہوں۔“ وہ مختصر جواب دے کر
بہانے سے وہاں سے ہٹ گئی۔ سلاویہ نے جانے کیوں اس کا
تعارف کر دیا تھا اس کا انداز اور نگاہیں طنزیہ تھیں وہ بچی تو تھی
نہیں کہ محسوس نہ کرتی۔ مشکوٰۃ اندھا کر رہنا سے ملی جب تک
قدرت کا بھی جانے کا موزوں چکا تھا آشیر فرحان اور اس کی
دیگر فیملی گیٹ تک ان کے ساتھ آئی۔

آخری وقت آشیر نے پھر مشکوٰۃ کو بھرپور نگاہوں سے
دیکھتے ہوئے خدا حافظ کہا۔



مہمان سب کے سب چائے تھے شادی کا ہنگامہ بھی سرد
پڑ چکا تھا۔ ایسے میں فرحان نے آشیر کو پکڑا شادی میں بہت
سے لوگوں نے آشیر کو مشکوٰۃ کی طرف بارگاہ مہر سے دیکھا تھا
جس میں لوہاں و حسن کے ساتھ فرحان بھی شامل تھا۔

”مجھے بتاؤ یہ سب کیا سلسلہ ہے؟“ فرحان بہت سنجیدہ
لگ رہا تھا۔

”کون سا سلسلہ یار.....؟“ وہ سر کے بالوں میں
الٹھیاں چلاتے ہوئے غائب دماغی سے بولا۔

”بچہ مت بھڑا شیرا تمہیں پتا ہے سب۔“
”کیا کہہ رہے ہو؟ خرچہ بھی تو ہوتا چلے؟“

”رہنا کی کرن مشکوٰۃ کو تم کیوں ندیدوں کی طرح
گھورتے رہے۔ کیا پہلے کبھی کوئی لڑکی نہیں دیکھی۔“

”میں نے ندیدوں کی طرح کب دیکھا اور تمہیں یہ بھی
پتا ہے کہ کتنی لڑکیوں کو دیکھ چکا ہوں۔“

”آشیر! مجھے چکر دینے کی کوشش مت کرو لڑکیاں
تمہارے لیے شیر مموہ نہیں رہی ہیں پھر تمہاری یہ حرکت کیا
معنی رکھتی ہے۔ مشکوٰۃ نے رہنا سے تمہاری شکایت کی ہے
اور یقین کرو رہنا کے سامنے میں بہت شرمندہ ہوا ہوں۔
بڑی مشکل سے اسے قائل کیا کہ مشکوٰۃ کو قلعہ نہیں ہوئی ہوگی

آ شیر ایسا نہیں ہے۔

”رمانا بھائی نے کیا کہا تم سے؟“ وہ چونکا۔

”آ شیر! مشکوٰۃ رمانا کی کزن ہے اور بہت ہی اچھی لڑکی ہے میں اس کی عزت کرتا ہوں وہ ایسی ویسی نہیں ہے۔“

”ہاں مجھے پتا ہے وہ ایسی ویسی نہیں ہے۔“

”پھر تم نے ایسی حرکت کیوں کی کہ تمہاری شکایت آگئی؟“

”ہاں جائز ہے شکایت۔“ آ شیر کا لہجہ عجیب سا تھا۔

”رمانا نے مجھے بتایا ہے کہ اس کی کزنز نے تمہارے حوالے سے مشکوٰۃ پر لائے سیدھے پٹر کیے ہیں اسی وجہ سے اس نے رمانا سے تمہاری شکایت کی۔“ فرحان غصے میں آ گیا۔ ”وہ کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہے مگر آ شیر علوی صاحب!“ وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔ جواب میں آ شیر خاموش رہا۔



مہلبا کے ساتھ بڑی بھائی ٹکین کے پاس سوویہ گئی ہوئی تھیں۔ انہیں گئے ہوئے ایک ماہ سے زائد ہو گیا تھا ٹکین بھابی کے ہاں پورے چھ سال کے بعد ایسا موقع آتا تھا کہ وہ پھر سے ماں کے رتبے پر فائز ہونے جا رہی تھی۔ اس بار وہ بے حد صوری ہوئی تھیں پہلا بیٹا بھی۔ مگر آ پریشن سے ہوا تھا اور وہ مرتے مرتے بچی تھیں اس بار تو جو ان کو لانے سیدھے خواب رہے تھے اس کی وجہ سے وہ دھمی ہو رہی تھیں۔

فون پر بات کرتے کرتے رو پڑتیں ٹکین کی وجہ سے افروز بھی پریشان تھیں۔ ان کا دل کر رہا تھا کہ فوراً سے بھی دبشتر ہو جائے کی پاس پہنچ جائیں۔ اس معاملے میں عمر علوی بھی دبی کے ہموار تھے وہ ریٹائرڈ ڈائریکٹر گزاردے تھے انہیں گھوٹنے پھرنے کا بہانہ چاہیے تھا سو افروز کی ساتھ سعودیہ عاشر اور ٹکین کے پاس جا پہنچے۔ ان کی موجودگی سے ٹکین اب پرسکون تھیں اس نے پھر سے ایک خوب صورت اور صحت مند بیٹے کو جنم دیا تھا۔ افروز کا بارود تھا کہ بہادر پولیس کے ساتھ ہی واپس پاکستان جائیں گی جہاں آ شیر بے چینی سے ان کا منتظر تھا۔ جب بھی فون پر بات ہوتی وہ بچی پوچھتا

مما آپ کب آئیں گی افروز کو وہ کچھ پریشان سا لگا تھا اتنی دور بیٹھ کے وہ تفصیل بھی نہیں پوچھ سکتی تھی۔

ان کی تین اولادیں تھیں اور تینوں ہی بیٹے تھے۔ آ شیر سب سے چھوٹا اور منہ پھٹ تھا۔ عاشر اور یاسر دونوں کی شادی ہو چکی تھی اب آ شیر ہی باقی بچا تھا باقی دونوں صاحب اولاد تھے اور اپنی اپنی بیویوں کے ساتھ خوشگوار زندگی گزار رہے تھے۔ شادی کے بعد عاشر کو سعودیہ میں جاب ملی تو وہ ٹکین کے ساتھ یہاں چلا آیا۔ ٹکین گھر سنبھالتی تھی اور ایک شرارتی سا بیٹا۔ اپنی سچیانی آزمانے کا اسے موقع ہی نہیں ملتا تھا وہ گھر میں ہی خوش تھی۔ شادی کے بعد تھوڑا عرصہ ہی اس نے پریکٹس کی تھی پھر گھر بیو زندگی میں ایسی گم ہوئی کہ کچھ فرصت ہی نہیں ملی۔ عاشر کو سالانہ چھٹیاں ملتی تھیں تو وہ ٹکین کے ساتھ پاکستان کا پھر لگا لیتا۔ یاسر اس سے بڑا تھا اور آرمی میں کرنل تھا اس کے بھی تین بیٹے تھے۔ پچھلے تین سال سے وہ افروز اور عمر علوی کے ساتھ ہی مقیم تھا وہ دونوں بیٹوں کی آئے روز کی پرسٹنگ سے تنگ آ گئے تھے اب کچھ سکون تھا۔

آ شیر کے لکچر میں انتشار محسوس کر کے افروز پریشان تھی اور جلد از جلد پاکستان واپس جانا چاہتی تھی مگر جب تک ٹکین سفر کرنے کے قابل نہ ہوتی ان کا آنا محال تھا۔



سواہیہ نے چنگارے لے لے کر یہ مزیدار قصہ سب کو سنایا تھا اب تو قدرت نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ اس لیے چوڑے جانب نظر لڑکے کی توجہ سو فیصد مشکوٰۃ کی طرف تھی۔ انہوں نے صرف آ شیر کی توجہ ہی محسوس کی تھی مشکوٰۃ کی بے زاری انہیں نظر نہیں آئی تھی پہلے وہ شاید یقین نہ کرتی پر اب سواہیہ کی دلائل ایسے تھے کہ انہیں یقین کرنا پڑا۔ انہوں نے اس کا ذکر جمیشانی اور دونوں دیوانیوں سے بھی کر دیا۔ ابھار اس چھوٹی سی بات کو خوب بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا۔

نور افشاں مشکوٰۃ کی ماں تھیں انہیں یہ بات ہشتم نہیں ہو رہی تھی لیکن انہوں نے بیٹی سے کوئی سوال نہیں کیا انہیں اپنی تربیت پر بھرپور مسرت تھا اور پھر شادیوں میں ایسے واقعات

ہوتے رہتے ہیں لڑکوں پر توجہ دیتے اور آگے بڑھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ اکثر واقعات معاملہ ایک طرف ہی رہتا ہے مشکوٰۃ سلیمی ہوئی یا شعور لڑکی تھی آج تک اس کے بارے میں کوئی ایسی بات سننے میں نہیں آئی تھی۔ ندرت نے کھوجنے والے انداز میں یہ بات انہیں بتائی تھی کہ شادی میں دلہا کا ایک عزیز مشکوٰۃ میں دوپہی لے رہا تھا نور افشاں ادھر ہی خاموش ہوئی تھیں۔

حافظ اسرار کے گھر والوں کو وہ جتنی جواب دینے کے بارے میں سوچ رہی تھی عباس بھی راضی تھے بظاہر اس رشتے میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ لڑکا بھی مشکوٰۃ کی طرح باکروار اور مہذب تھا۔

حافظ اسرار کے گھر والوں نے جواب لینے کے لیے آنا تھا اس نے ایک فرمانبردار بیٹی کی طرح معاملہ والدین کی مرضی پر چھوڑ دیا تھا۔ مشکوٰۃ عباس کی لاڈلی تھی اپنے تینوں بچوں میں انہیں یہ بیٹی سب سے زیادہ عزیز تھی۔ وہ اسے اپنے لیے خدا کا انعام قرار دیتے تھے اور اس پر فخر بھی کرتے مشکوٰۃ نے بھی ہمیشہ ان کے اس فخر کا مان رکھا تھا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ گھر واری میں گمن بھی نور افشاں کی ٹانگ ٹوٹی تو اس نے خدمت گزاری میں دن رات ایک کر دیا اس کی کوشش ہوئی کہ امی کے تمام کام وہ خود کرے بھائی کو زحمت نہ دے اس وجہ سے تمام بھی خوش تھی۔

حافظ اسرار کی والدہ نے ندرت کے گھر ایک تقریب میں مشکوٰۃ کو دیکھا تھا تب سے وہ ان کے دل کو بھائی تھی اپنے بیٹے اسرار کے لیے وہ انہیں ہر لحاظ سے مناسب لگتی تھی انہیں پورا یقین تھا کہ عباس مان جائیں گے ان کا یہ یقین بے جا نہیں تھا۔

سواہی نے باتوں باتوں میں آئیر کے حوالے سے مشکوٰۃ پر طنز کیا تو اسے بے حد غصہ آیا۔ رہنا بھی میکے آئی ہوئی تھی مشکوٰۃ نے سارا غصہ اس پر اتار دیا۔ اس نے گھرا کر فرحان سے آئیر کی شکایت کی۔ فرحان آئیر سے جا پہنچا اس بات کو چھ روز گزر گئے تھے پھر نہ آئیر اسے ملا نہ فون پر بات ہوئی۔ فرحان نے کال کی تو اس کا نمبر آف تھا۔

اولیس اور حسان فرحان سے فون کر کے اس کے بارے میں پوچھ رہے تھے اس کا نمبر کبھی بند نہیں ملا تھا آئیر پر پول ابھی چلا رہا تھا۔ اولیس اور فرحان سیدھے اس کے آفس جا پہنچے وہ وہاں بھی نہیں تھا اس کے سیکرٹری سے پتا چلا کہ وہ پانچ دن سے فیس آف ہی نہیں رہا ہے۔ مزید اسے کچھ پتا نہیں تھا فرحان اور اولیس اب جیج پریشان تھے۔

"چلو گھر چلتے ہیں آئیر کی پاس۔" اولیس نے تجویز دی تو فرحان نے اُھر سے ہی گاڑی موڑ لی۔ فرحان نے گاڑی آئیر کی گھر کے سامنے روکتے ہوئے ہارن دیا تو چوکیدار نے گیت بھولا۔

"سلام صاب" چوکیدار نے زوردارہ وار میں سلام بھجوا کر "ولیکم السلام! تمہارے صاحب کہاں ہیں؟" فرحان نے چوکیدار کے سلام کا جواب دیتے ہوئے آئیر کے بارے میں سوال کیا۔

"صاب! اچھوٹے صاب تو بیمار ہیں۔" اس اطلاع پر فرحان اولیس کا منتہنہ لگا۔

یاسر بھائی تو گھر پر نہیں تھے البتہ ان کی بیگم عمارہ گھر پر تھیں انہوں نے دووں کا آئیر کے بیڈ روم تک پہنچا دیا۔ آئیر فرحان کا خالہ زاد بھائی تھا فرحان اس کے بہت قریب تھا دووں پہلے ایک دوسرے کی مصروفیات سے آگاہ رہتے تھے آج پہلی بار فرحان کو اپنی بے پروائی پر غصہ آیا۔

شام ڈھل رہی تھی پتا آئیر کے کمرے کی لائٹ بند تھی۔ کھڑکیوں کے پردے موم کی شکل کے باعث گرے ہوئے تھے اندر کمرے میں مکمل طور پر اندھیرا تھا۔ فرحان نے آگے بڑھ کر لائٹ چلائی لائٹ چلتے اور دروازہ کھلنے کی آواز پر ان لپٹا آئیر کسمسا یا اور پھر اٹھ بیٹھا اس کی آنکھیں بے پناہ سرخ تھیں پوچھے بھی سرخ اور بھاری لگ رہے تھے۔ اولیس اور فرحان پریشان ہو گئے۔ وہ ہمیشہ تک سک سے تیار خوشبو میں بسا اپنی ڈنشین سکرانٹ سمیت ملتا۔ اس کی خوش بامی مشہور تھی چھ دن کی بڑھی شیو میں وہ پہلے والا آئیر لگ ہی نہیں رہا تھا۔ سکرٹ کو اس نے بھی ہاتھ تک نہیں لگایا تھا پاس بڑی انیش فرے بتا رہی تھی کہ اس نے بے دردی سے دل کھول کر

سگریٹ نوشی کی ہے۔
 ”کیا حال بنا رکھا ہے۔“ فرحان نے حیرانگی سے پوچھا۔
 ”ماراض ہو ہم سے کوئی بات بڑی لگ گئی ہے؟“ اویس
 بھی قدرے حیران تھا۔
 ”ارے نہیں ناراضگی کیسی؟“ پھسکی سی مسکراہٹ اس
 کے لبوں پر آ کے معدوم ہو گئی۔

”پھر یہ کیا حال بنا رکھا ہے تم نے؟“
 ”کیوں کیا ہوا میرے حال کو۔“ اس نے اٹنا اویس سے
 سوال کیا۔

”بھنوں لگ رہے ہو پورے۔“ جواب میں آ شیر خاموش
 ہی رہا۔ اسی میں شمار بھائی چائے کے ساتھ دیگر لوازمات
 ٹرے میں سجائے اصرار آ گئیں۔

”ودن پہلے اس کی طبیعت بہت خراب تھی رات بھر تیز
 بخار رہا مگر یہ ڈاکٹر کے پاس نہیں گیا۔ اوپر سے امونگ
 شروع کر دی ہے۔ تم لوگ پوچھو کیا پرانم سے اس کو؟ میں اور
 یا سر تو پوچھ پوچھ کر کھل گئے آنٹی نے واپس آ کے دیکھا تو
 نہیں کہیں کی کہ ہم نئے شیر کا خیال نہیں رکھا۔“

”بھائی آپ پریشان نہیں ہیں میں پوچھتا ہوں۔“ فرحان
 نے انہیں تسلی دی تو وہ چلی گئیں پھر اویس نے کمرے کا
 دروازہ بند کر دیا۔

”ہاں اب بتاؤ آ شیر کیا پکڑ ہے جس کی وجہ سے تم نے
 اپنا یہ حال بنایا ہوا ہے۔“ فرحان کا پیچیدہ تھا۔
 ”کہیں محبت کا پکڑ تو نہیں ہے؟“ اس بات پر آ شیر اور بھی
 بے فہم نظر آئے لگا۔

اس نے اپنے ذہن کی الجھن اور پریشانی کی وجہ بتادی
 وجہ بڑی رنگین تھی اور وہ بھی مشکوۃ۔
 ”تمہیں بھی محبت ہوئی گئی میں تو تھوڑی دیر پہلے تک
 یہی سمجھتا رہا کہ تم صرف دل لگی کر سکتے ہو محبت نہیں۔ تم نے
 تو حیرت انگیز خبر دی ہے ہر لڑکی کو فضول ہے کہہ کر ٹھکراتے
 رہے پھر یہ سب کیا ہے؟“ اویس نے اسی کا کہا تو اویس۔

”وہ بہت خاص ہے۔“ اویس اور فرحان ہنستے چلے گئے
 یقین نہیں رہا تھا کہ یہ جملہ آ شیر کے منہ سے نکلا ہے۔ ایک

سے ایک طرح کا خوب صورت اور شوخ لڑکی کے بارے میں
 اس کی رائے یہی ہوئی کہ عام سی ہے۔ لڑکیوں کو اپنی طرف
 متوجہ کرنا اس کے لیے کبھی بھی مسئلہ نہیں رہا تھا۔ اس کی باتوں
 اور شخصیت سے صنف نازک اسپر بس ہو جاتی تھی۔ آ شیر ایک
 حد سے آگے نہیں جاتا تھا، معاملات دل لگی تک ہی تھے اس
 نے اپنے دل کی گہرائیوں میں کسی کو جھانکنے نہیں دیا تھا۔
 ایک دم سے جانے کیا ہوا تھا کہ وہ خود سے کسی کے
 بارے میں سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا رات سونے کے لیے لیٹا
 تو دو خائف سی شکایتی آنکھیں ذہن کے در پیچے پر دستک
 دینے لگتیں۔ فرحان اس کی شکایت لیے کر آیا جب سے وہ
 ڈسٹرب تھا فی الحال کوئی راز دار نہیں تھا۔ بات ہی ایسی تھی
 ناقابل یقین کہ کہاں وہ کہاں مشکوۃ۔۔۔ آ شیر کے حلقہ احباب
 میں ایک سے ایک طرح کا اور شوخ لڑکی تھی مشکوۃ ان سے
 بالکل الگ تھی اور اب آ شیر اپنے منہ سے اقرار کر رہا تھا کہ کچھ
 خاص ہے اس میں۔
 ”کہیں یہ وقتی جذبہ تو نہیں ہے۔“ فرحان مشکوک تھا
 جواب میں وہ بے بسی سے دیکھ کر رہ گیا۔
 ”رمانے اس کے بارے میں کافی کچھ بتایا ہے وہ
 بہت سنجیدہ اور سلجھ کر داری لڑکی ہے۔ تمہاری فریڈ ز سے
 بالکل مختلف۔“
 ”مجھے پتا ہے تب ہی تو کہا ہے کہ بہت خاص ہے وہ۔“
 ”رمان کل ہی میکے سے واپس آئی ہے پرسوں مشکوۃ کے
 گھر ہماری دعوت ہے۔ رمانے بتایا تھا کہ ایک بہت اچھا
 رشتہ آیا ہے مشکوۃ کے لیے۔ اس کی پہلی بھی تقریر یا راضی ہے
 مگر ابھی تک باقاعدہ رضامندی نہیں دی گئی ہے۔ تم اگر واقعی
 سیریس ہو تو خالہ سے بات کرو تمہارا پر پوزل لے جائیں۔“
 فرحان نے اسے چپکے کرنے کے لیے دانستہ مشکوۃ
 کے لیے آگے بڑھتے کہ بتایا جسے نہ کر آ شیر اور بھی پریشان نظر
 آنے لگا۔ حیرانانہ پریشانی آ شیر کے لیے دل لگی واقعی دل
 کی لگی بن گئی تھی۔ یہ آج کی حیرت انگیز خبر تھی کہ آ شیر جیسا
 نوجوان بھی کیڑے کے تیر کا شکار ہو سکتا ہے۔ جو صنف نازک
 کے ساتھ پاسدار جذبہ کا قائل ہی نہیں تھا اپنی فریڈ ز کو اس

نے فریڈ شپ تک ہی محدود رکھا تھا۔ وہ اسی آئینہ محبت کی جیسی جیسی آگ میں سلگ رہا تھا۔

یہ تو محبت کی پہلی سیرھی پر پاؤں دھرنے والا الجھا الجھا سا آئینہ تھا۔ ابھی وہ ملی بھی نہیں تھی کہ کھونے کا دھڑکا لگ گیا تھا۔ فرحان نے اس کے لیے تے رشتے کی بات کر کے اسے اور بھی پریشان کر دیا تھا۔ وہ "عام سی لڑکی" اس کے لیے بہت خاص بلکہ خاص خاص الفاس بن گئی تھی۔

اسے یاد کرتے ہی دل میں یہ تصویر پختہ ہو جاتا تھا تم کو معلوم تو ہوگی یہ کرامت اپنی سنگ مرمر پر دھرو پاؤں تو ٹھنک کر دو مشکوٰۃ بڑے دھڑلے سے پونچھے بغیر اس کے دل کے شکھان پر ربراجان ہوئی تھی وہ اپنی بارمانے سے خوفزدہ تھا۔ وہ دوستوں کی محفل میں بیجا تک و دل کہتا تھا کہ محبت کروں گا تو شوق بجا کے کروں گا اب اسے ہنسی آتی اب جب سب دوستوں کو یہ بات پتا چلنے والی تھی سب نے اسے طرح طرح کے سوالیے کرنے تھے۔ "کون ہے... کسی سے... دیکھنے میں کسی لگتی ہے؟" وہ کیا جواب دے گا۔ پہلی بار اسے اپنے خیالات کے برعکس شکست ہوئی تھی اس کے نیند ملزم کاہٹ مشکوٰۃ کے ہاتھوں پکنا چور ہوا تھا۔



عباس صاحب کے ہاں دعوت بڑی بڑی ہر لطف رہی نواد بھی شریک محفل تھا۔ فرحان سب سے مل کر بہت خوش تھا واپسی پر فرحان نے خود ہی مشکوٰۃ کے لیے تے رشتے کا ذکر چھیڑ دیا وہ اس بار سے پیش رفت سے آگاہ ہونا چاہتا تھا۔ "چچا جان جلد ہی ہاں کرنے والے ہیں۔" رمنانے بتایا تو فرحان پریشان سا ہو گیا۔

رمنان کو بتانے میں حرج نہیں تھا اس نے رک رک کر آئینہ کی واردات قلبی سے اسے بھی آگاہ کر دیا۔ رمنان کو مشکوٰۃ کا غصہ اور شکوہ یاد آ گیا۔

"میرا نہیں خیال کہ مشکوٰۃ آئینہ بھائی کے لیے دل میں نرم جذبہ رکھتی ہے اگر ایسا ہوتا تو وہ کبھی مجھ سے شکایت نہ کرتی۔" سہوینے تو اسے اچھا خاصا صدمہ نام کر کے رمدیا یہ نہ لائی کہ پہاڑ

بن گیا ہے اور آپ کے یہ دوست آئینان پر حیرت ہوتی ہے ہماری شادی میں مشکوٰۃ کو دیکھ کر محبت کرنے لگے نہ کوئی بات ہوئی نہ ملاقات اور ایک نظر میں ہی محبت ہو گئی۔" رمنان کا انداز اچھا خاصہ طنز یہ تھا فرحان تڑپ ہی تو گیا۔ "یہ کوئی بڑی یا سودا تو نہیں ہے مجھے آئینہ کا پتا ہے وہ محبت وغیرہ کو فاضول تصور کرتا تھا اس جذبے پر اس کا زیادہ یقین نہیں تھا مگر کبھی کبھی انہونی بھی ہو جاتی ہے۔"

"میرا دل یہ بات نہیں مانتا ہے آپ نے ہی تو بتایا تھا کہ ان کی دوستی بہت سی لڑکیوں سے پہلوان میں سے کچھ آئینہ بھائی کے معاملے میں سیریس بھی ہیں۔"

"میں سب کے بارے میں جانتا ہوں آئینان میں سے کسی کے ساتھ بھی سیریس نہیں ہے اس موضوع پر میری کتنی بار آئینہ سے بات ہوئی ہے ایسا کچھ نہیں ہے صرف دوستی اور دوستی دل لگی ہے۔"

"بہت خوب" آئینہ بھائی مشکوٰۃ کو بھی دل لگی کا ذریعہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ "فرحان کی بات پر رمنان غصے میں آ گئی۔ "اگر وہ سنجیدہ ہیں تو سیدھے طریقے سے پر پوزل دیں یوں کسی لڑکی کو بدنام تو نہ کریں۔"

"اوکے یہ بھی ہو جائے گا میں جا کے آج ہی بات کرتا ہوں خالہ جان تو سعودیہ میں ہیں انہیں آنے میں کتنا عرصہ لگے لیکن میں بات کرتا ہوں اس بار شکست اسے برداشت نہیں ہوگی۔"

فرحان قدرے پریشان نظر آنے لگا رمنان بھی خاموش تھی۔ باقی کا سفر خاموشی سے ہی طے ہوا گھر آ کر رمنان کے سامنے فرحان نے آئینہ کھنڈ کیا۔

"تم خالہ جان کو فون کر کے بتا دو۔" وہ چھوٹے ہی بولا تو آئینہ الجھ سا گیا۔ "کس کا بتا دوں؟"

"مشکوٰۃ کے بارے میں بتا دو اس کے الدین نے اگر ایک بار حافظ اسرار کے گھر والوں کو ہاں کر دے تو تم ساری عمر دینا پھر..." جانے کیوں فرحان اتنا تلخ ہو ہا تھا۔ وہ آئینہ پر خوب گرجا برسا۔

”میں پہلے بھائی اور یاسر بھائی سے بات کروں پھر ماما کو کال کر کے بتا دوں گا۔“ آخر نے جلت میں فون بند کر دیا۔



آ شیر اسٹریٹ فارورڈ تھا گلی لپٹی رکھے بغیر اپنی بات کہنے والا یہاں تو معاملہ پھر دل کا تھا اسے یاسر بھائی اور عمارہ بھائی سے بات کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔

”آپ جا کر بات کریں مشکوٰۃ کے والدین سے ایسا نہ ہو کہ.....“ وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا تو عمارہ نے معنی خیز لگا ہوں سے یاسر کی طرف دیکھا۔ وہ بھی شادی میں شریک ہوئی تھیں پر مشکوٰۃ کو لڑکی لڑکی تھی یہ انہیں معلوم نہیں تھا۔ انہیں بھی اس لڑکی کو دیکھنے کا شوق تھا جس نے آ شیر کو چاروں شانے جت کر دیا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی انہیں مشکوٰۃ کے گھر پہنچ رہا تھا۔

مگر یہ کام بھی تو ایک شاہلے کے تحت ہونا تھا! فردناغی ملک سے باہر تھیں عمر علوی کی رائے لینا بھی ضروری تھا یاسر نے سب سے پہلے سعودی فون کر کے ماما اور پاپا کو سب کچھ بتایا۔ ماما نے کہا کہ مجھے لڑکی کی تصویر میل کر دو یاسر کے پاس ہوئی تو کرتا۔ چنانچہ کہا تھا کہ ٹھیک ہے تم عمارہ کو لے کر چلے جاؤ آخری فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔



خواتین میں سے عمارہ بھائی رہنا اور فرحان بھائی کی ماما امیرین اور ان کے شوہر اکبر علی مشکوٰۃ کے گھر آئے تھے۔ عباس رہنا کی وجہ سے اس خاندان کو کچھ کچھ جاننے لگے تھے۔ رہنا کی سسرال انہیں بہت پسند آئی تھی اور اب مشکوٰۃ کے لیے رشتہ اُدھر سے ہی آیا تھا۔ نور افشاں کے تو ہاتھ پیر ٹھنڈے سے پڑ گئے تھے رہنا جس خاندان میں بیاہ کر گئی تھی وہ سماجی حیثیت اور امارت میں ان سے بڑھ کر تھا۔ آ شیر علوی فرحان کا خالہ زاد بھائی تھا اب آ جانا شروع ہو گیا تھا تو فرحان اور اس کے گھر والوں کو تقریب سے جاننے کا موقع ملا تھا۔

فرحان پسندیدہ عادات کا مالک تھا یہ بات آ شیر کی فیور میں جاری تھی۔ جاتے وقت یاسر اور عمارہ نے انہیں اپنے گھر آنے کی پرزور دعوت دی جو عباس نے قبول کر لی۔ اس

بہانے وہ آ شیر اور ان کے گھر بار کو بھی دیکھ لیتے باقی فیصلہ انہیں کرنا تھا۔ نور افشاں ویسے اس رشتے کے حق میں تھیں مگر عباس جلد بازی نہیں کرنا چاہتے تھے اسی وجہ سے تو ابھی تک حافظ اسرار کے گھر والوں کو کبھی جواب نہیں دیا گیا تھا۔



مشکوٰۃ کے لیے آ شیر کا رشتہ آیا ہے۔ ملاویہ کے لیے یہ اطلاع بہت ناقابل یقین تھی۔

”دیکھا میں کبھی تھی ناں کہ ان دونوں میں چکر چل رہا ہے اب نتیجہ سامنے ہے۔ شادی میں ہی سب کچھ ہوا اور اب رشتہ بھی آ گیا۔“ وہ عدت سمیت بہت سوں کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو گئی تھی کہ آ شیر اور مشکوٰۃ میں پہلے سے چکر چل رہا تھا جس کی وجہ سے اب اس نے رشتہ پیچھا ہے۔ وہ مشکوٰۃ کے پرانے تاثر کو ذرا کرنے میں پوری طرح کامیاب رہی تھی۔ چچی ندت سیدی نور افشاں کے پاس پہنچی اور پھونسنے ہی آ شیر کے رشتے کا پوچھا ظاہر ہے انہیں سب کچھ بتانا پڑا۔

”ہاں اچھا ہے! اولاد کی پسند بھی تو ضروری ہے۔ جب لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں تو پھر اور کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے ویسے کیا سوچا ہے تم نے؟“ اُدھر نور افشاں ان کے جملوں کے ہیر پھیر میں گم تھیں کہ لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔

”سوچنا کیا ہے عباس ابھی جا کے ملیں گے آ شیر کے گھر والوں سے اس کے بعد ہی دیکھیں گے کہ کیا کرنا ہے۔“ وہ سنبھل کے بولیں۔

”لو اب اس میں سوچنا کیسا سب کچھ تمہارے سامنے ہے۔“ وہ اپنی بات کبہر چل دیں پر نور افشاں ان کی کہی باتوں پر غور کر رہی تھیں کہ لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں کوئی اور اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

”تو کیا مشکوٰۃ اس لڑکے کو پسند کرتی ہے جو اس نے رشتہ پیچھا کیا ہے؟“ بھیجی بھیجی مشکوٰۃ کے حوالے سے وہ آ شیر کا قصہ سن چکی تھیں پر مشکوٰۃ نے تو ایسا کچھ نہیں کہا۔



آج نیند مشکوٰۃ کی آنکھوں سے کو سو دور تھی۔ شام بھائی

اس نے اب رشتہ بیجا ہے ورنہ عباس بھائی حافظ اسرار کے گھر والوں کو ہاں کر چکے تھے۔ خدا پھوپھی کی تشریف آوری اسی سلسلے میں تھی۔ نور افشاں عباسؒ نوادہ شامہؒ سب ہی بیٹے ہوئے تھے جب ندانے سوال کیا۔

”بھائی میں نے سنا ہے کہ شیر اپنی مشکوٰۃ کو پسند کرتا ہے تب ہی رشتہ بیجا ہے۔“ نور افشاں یہ انواہ پہلے سے چکی تھیں پر عباس نے یہ بات اپنی بہن کے منہ سے کی تو ان کی حالت عجیب سی ہوئی۔ ان سے کوئی جواب ہی نہ بن پڑا وہ نماز پڑھنے کے بہانے اٹھ گئے مشکوٰۃ کے کمرے کے سامنے سے گزرے تو وہ نماز پڑھ رہی تھی ان کے دل پر جیسے منوں بوجھا پڑا تھا۔



آ شیر نے اتنی جلدی بھائی کہ عمر علوی کاآتے ہی بی بی افروز تلین اور چھوٹے پوتے کی وجہ سے فی الحال انہیں کتنی تھی پر آ شیر کے تیر اور بے صبری دیکھتے ہوئے لگ رہا تھا کہ انہیں آنا ہی پڑے گا۔ یا سر نے فون پر بڑی تفصیل سے اس کی ضد اور جارحانہ رویے کا ذکر کیا تھا جانے وہ کیوں اس طرح کر رہا تھا۔ فرحان نے مشکوٰۃ کے لیے آئے پہلے پر پوزل کا بتا کر اسے بے سکون کر دیا تھا اسے ان دیکھے حافظ اسرار سے حسد محسوس ہو رہا تھا۔ مشکوٰۃ کے ابونے ابھی حافظ اسرار کے گھر والوں کو رضامندی نہیں دی تھی اب شیر خوف کا فکار تھا۔

پہلا آگئے تھے شیر نے کھل کے کہا تھا آپ خود مشکوٰۃ کے گھر جائیں اس کا مطالبہ ایسا بابر بھی نہیں تھا مسعودیہ سے آنے کے دو دن بعد عمر علوی عباس صاحب کے گھر گئے۔ اُچر حافظ اسرار کے گھر والے ان سے پہلے وہاں موجود تھے انہوں نے بھی اڑتی اڑتی سنی تھی کہ مشکوٰۃ کے لیے ایک اور نوجوان کا رشتہ آیا ہے اور وہ اُنہر ہی ہاں کریں گے۔ اسرار کی والدہ کو ہر کا لگ گیا تھا اتنی اچھی لڑکی کو وہ ہاتھ سے نکلے دینا نہیں چاہتی تھیں۔ عمر علوی مٹھائی اور پھلوں کے ٹوکروں سمیت آئے تھے ان کے ساتھ آئے نوکر نے سارے لوازمات گاڑی سے اتار کر رکھے تھے۔

اسرار کی والدہ کا چہرہ بچہ سا گیا نور افشاں نے انہیں کھانا

اور رونا کی زبانی استا شیر کے پر پوزل کا پتا چلا تھا وہ تو یہی سمجھتی تھی کہ رونا اپنی ساس اور اس پراری سی خاتون (جو کہ عمارہ تھی) کے ہمراہ ایسے ہی آئی ہوگی رونا نے تو اسے ایک لفظ تک نہیں بتایا تھا۔ اپنی آمد کے سبب کی ہوا تک نہیں لگنے دی تھی یہ تو شامہ بھائی تھیں جنہوں نے یہ مہربانی کی تھی۔ امی ابونے اس پر پوزل کے بارے میں اس کی رائے تو معلوم کر لی تھی انکار یا اقرار کرنا اس کا حق تھا اور اپنے اس حق کو اس نے استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کی رائے حافظ اسرار کے حق میں تھی جب وہ اپنی فمیلی کے ساتھ ان کے گھر آ یا تھا تو ڈرائنگ روم کی کھڑکی سے شامہ بھائی نے اس کی جھلک دکھائی تھی۔ وہ انکھیں جھکا کر عباس صاحب کی کسی بات کا جواب دے رہا تھا مشکوٰۃ کا دل مطمئن تھا حافظ اسرار سنجیدہ مزاج اور باوقار لگ رہا تھا۔

جبکہ شیر علوی کے بارے میں سوچتے ہی مشکوٰۃ کا دل بڑا سا ہوجا۔ وہ شادی کی بھری تقریب میں اتنے لوگوں کی پروا کیے بغیر لگا ہوں سے اس کا انکسرے کرنے میں لگن تھا۔ عجیب بے باکی سے لبریز آنکھیں تھیں جن میں شرم و حیا عورت کے احترام کی کوئی رت تک نہ تھی پھر ویسے کی دن ندت چچی اور سوہنیادیہ کے سامنے اس نے پھر وہی حرکت دہرائی تھی بلکہ آگے بڑھ کر ڈراپ کرنے کی آفر کی تھی گھر آ کر بیٹے بیٹے بظاہر سلاہے آئے شیر کے حوالے سے اس پر چوٹ کی تھی بات اتنی چھوٹی بھی نہیں تھی حقیقت مشکوٰۃ سجدہ ہی تھی۔



خدا پھوپھی آئی ہوئی تھیں ان کی آمد بے سبب نہیں تھی ندت بھائی نے فون پر بتایا تھا کہ مشکوٰۃ کے لیے شیر علوی کا پر پوزل آیا ہے۔ وہ نور افشاں سے اس کی تصدیق کرنے آئی تھیں۔ سچ تو یہی تھا کہ شیر علوی کو شادی میں دیکھ کر بہت سی ماؤں نے دل میں خواہش کی تھی کہ وہ ان کی بیٹی کا نصیب بن جائے جب وہ ویسے والے دن ندت کی نیبل پر بیٹھ کے باتیں کر رہا تھا تو ندانے بھی دیکھا تھا۔ ندت بھائی کی طرح انہیں بھی اچھا لگا تھا۔ ندت بھائی نے راز دارانہ انداز میں انہیں بتایا تھا کہ شادی میں آ شیر اور مشکوٰۃ کا چکر چلا تب ہی

آ شیر علوی کے ساتھ کوئی معاملہ تھا ایک بیٹی کا باپ ہونے کی حیثیت سے وہ اس معاملے میں اتنا پسند تھے کہ نہیں چاہتے تھے کوئی ایسی بات کرے۔ انہیں دو کام کرنے تھے حافظ اسرار کی والدہ کو فون کر کے ہاں کرنی تھی اور عمر علوی کو فون کر کے معذرت کرنی تھی۔



باپ کی وفات کے بعد اب اسرار کی والدہ ہی کرتا دھرتا تھیں عباس صاحب نے ان کا نمبر ملایا انہوں نے خوشگوار انداز میں خیر خیریت پوچھی۔ اسرار کی والدہ کا رویہ دکھاتا تھا۔

”مجھے بتا سنا آپ نے کس لیے فون کیا ہے؟ میں آپ کا فیصلہ منظور ہے اگر آپ نے عمر صاحب کو ہاں کرنی تھی تو ہمیں اتنے چکر کیوں لگوائے؟ آپ کی بیٹی آ شیر کو پسند کرتی ہے آپ ہمیں بتا دیجئے میں امید تو نہ دھرتی۔ خیر ہاں یا ناں کرنا آپ کا حق تھا میں خود آپ کو فون کرنے والی تھی عباس بھائی! میں نے آپ کی بہن ندائے گھر سے بیٹے کا رشتہ مانگا ہے، ندائے بہن کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہفتہ دس دن تک بیٹے کی دھوم دھام سے منگنی بھی کروں گی آپ سب آئیے گا۔“

اسرار کی والدہ نے انہیں کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔ فون بند ہو چکا تھا وہ تھکے تھکے انداز میں وہیں صوفے پر ڈھسے گئے ان کا سارا مان و فخر غرور مشکوٰۃ نے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ آ شیر کو پسند کرتی ہے اس بات نے انہیں بہت دکھی کیا تھا اپنی بہن ندائے منہ سے یہ سن کر کہ لڑکا ان کی بیٹی کو پسند کرتا ہے انہیں بہت غصہ آیا تھا آج اسرار کی والدہ نے کہا تھا کہ آپ کی بیٹی آ شیر کو پسند کرتی ہے مشکوٰۃ نے انہیں آسمان سے زمین پر لا چٹھا تھا اب عزت اسی تھی کہ وہ عمر علوی کو ہاں کر دیتے۔ انہیں دکھ اسی بات کا تھا کہ اگر مشکوٰۃ آ شیر میں اسطر لگتی تو اپنی ماں یا بھائی سے ذکر کر دیتی وہ اسرار کے گھر والوں کو اصرار ہی جواب دے دیتے۔ دن بھر وہ اپنے کمرے میں بند رہتا وہ بار شمسائی ایک بار نور افشاں دیکھ کر کئی شام ہو چکی تھی انہوں نے شام سے کہا کہ مشکوٰۃ کو میرے پاس بھیجو۔

وہ اسی وقت چلی آئی وہ خود پریشان تھی کہ ابو صبح سے کمرے میں بند ہیں انہوں نے خود پایا تو اس نے شکر کیا کہ

کھائے بغیر جانے نہیں دیا لیکن وہ مایوس سی تھیں آتے وقت انہوں نے پھر جواب مانگا نور افشاں نے کہا کہ خری فیصلہ ان کے مجازی خدا کا ہوگا۔ یہ بات سن کر ان کا یقین عدت کی باتوں پر پختہ ہو گیا کہ یقیناً آ شیر کا رشتہ مشکوٰۃ کی مرضی سے یا پھر نہ عباس نور افشاں ٹال مٹول سے کام نہ لیتے۔ عدت نے ہی انہیں اسکا پتہ تھا کہ آپ جا کر عباس بھائی سے جواب مانگیں عدت کا بیٹی نہیں چاہ رہا تھا کہ عباس حافظ اسرار کے علاوہ کسی اور کو ہاں کریں یہاں حسد کا جذبہ ہی کا فر تھا آ شیر کی فیملی حافظ اسرار کے گھر والوں سے کئی گنا اچھی تھی ان کی خواہش تھی کہ عباس بھائی آ شیر کے گھر والوں کو صاف انکار کر دیں۔

سماویہ نے پورے خاندان میں یہ بات مشہور کر دی تھی کہ آ شیر اور مشکوٰۃ کا اخیر چل رہا ہے مشکوٰۃ جس طرح کی لڑکی تھی اسے دیکھتے ہوئے یہ بات ناقابل یقین لگتی تھی کہ وہ بھی کسی لڑکے کے ساتھ چکر چلا سکتی ہے۔ شادی میں جن جن کزنز نے آ شیر کی نگاہوں کی بے باکی نوٹ کی تھی انہیں تو اس بات پر سو فیصد یقین تھا۔



عمر علوی کا اصرار زور پکڑتا جا رہا تھا وہ تین چار بار آتے تھے عباس ابھی تک تذبذب میں تھے کہ کس کو ہاں کریں کس کو ناں کریں۔ حافظ اسرار کے بارے میں انہوں نے جاننے والوں سے معلومات کروائی تھی سب ٹھیک ہے کی رپورٹ ملی تھی آ شیر کے بارے میں نوبت ہی نہیں آتی تھی کیونکہ ان کی بیگم سمیت بہو اور بیٹے کا فیصلہ بھی آ شیر کے حق میں تھا۔ ایک بیٹی وہ پہلے ہی آ شیر کے خاندان میں دے چکے تھے بظاہر کوئی برائی نظر نہیں آتی تھی آ شیر کی فیملی اسرار کے مقابلے میں بہت اسٹرونگ تھی وہ پھر بھی فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے۔

رات بھر وہ سوچتے رہے بار بار رائے بدلتے رہے فجر کی نماز پڑھ کر خدا سے مدد طلب کی تو سکون سا آ گیا۔ وہ فیصلے پر پہنچ چکے تھے ان کا فیصلہ حافظ اسرار کے حق تھا بے شک آ شیر علوی کی فیملی حافظ اسرار سے مضبوط اور ہر چیز میں بڑھ کر تھی اگر وہ آ شیر علوی کے لیے ہاں کرتے تو خاندان والوں کے دل میں یہ بات پختہ ہو جاتی کہ مشکوٰۃ کا واقعی

تھا۔ محبت نے اسے کتنا بدل دیا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ خوشی اور سرستی میں کیا کر ڈالے۔



ندا چھو پو کی بیٹی سدرہ کی منگنی حافظ اسرار سے ہو رہی تھی یہی سدرہ اسرار کا مذاق اڑاتی تھی اس کا نام مولوی رکھ چھوڑا تھا اب شاہانہ جوڑے میں لمبوس گرون اکڑائے سب سے مبارکبادیں وصول کر رہی تھی۔ مشکوٰۃ کو دیکھ کر عورتوں نے دہلی دلی آواز میں باتیں اور اشارے کرنے شروع کر دیئے۔ نہ وہ بہری تھی نہ انجان ضبط کے باوجود بھی اس کی آنکھیں چمک پڑیں۔ ایک شخص کی وجہ سے وہ اتنی ناقابل اعتبار ہو گئی تھی۔ اسرار کی والدہ بہت خوش نظر آ رہی تھیں انہوں نے ہنسنے ہنسنے نور افشاں کو مبارکباد دی سنا تھیں ملنگ کا تیر بھی چلا دیا۔

”آپ نے بھی بہت اچھا کیا جوان اولاد کی مرضی کے خلاف فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔“ مشکوٰۃ پاس ہی تھی اسے مزید یہاں بیٹھنا دو بھر ہو گیا تھا۔ اس نے شکر کیا جب ای والدہی کے لیے انھیں۔



افروز بھی وحوم دھام سے منگنی کرنا چاہ رہی تھیں مگر عباس صاحب کا ارادہ براہ راست شادی کا تھا افروز نے اپنے گھر نقاشن کیا تھا جس میں مشکوٰۃ کے گھر والوں کے علاوہ بہت سے رشتہ دار اور دوست احباب مدعو تھے انہوں نے اپنی خوشی اس طرح پوری کر لی تھی۔ عباس نے عمر علوی سے کہا کہ آپ اب شادی کی تیاری کریں آخیر تیس سال کا بیٹہ کرنا جو جوان تھا اپنا بزنس کر رہا ہے شادی کی ذمہ داری اٹھا سکتا ہے۔ عمر علوی بھی اسی حق میں تھے کہ شادی میں تاخیر مناسب نہیں۔



فرحان کے ویسے کے بعد آخیر نے مشکوٰۃ کو نہیں دیکھا دوبارہ وہ ان کے گھر بھی گیا ہر کوشش اور خواہش کے باوجود اس کی ایک جھلک تک نہیں دیکھ پایا۔ عباس صاحب اتنے ماؤرن نہیں تھے کہ اسے گھر ملا کر مشکوٰۃ سے ملاتے۔

رشنا کی زبانی اس کی برقعہ ڈے کا پتا چلا تو اس نے خوب صورت سا کارڈ خرید اسرغ نگاہ کے پھولوں کا بگے لیا اور رشنا

اسی بہانے وہ ان سے پوچھ سکتی ہے کہ آپ کمرے سے کیوں نہیں نکلے صبح سے شام ہو گئی ہے۔

”بیٹھو مشکوٰۃ!“ انہوں نے صوفے کی طرف اشارہ کیا ان کا چہرہ اضطراب اور پریشانی کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

”جی ابوالخیریت ہے آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟“ وہ پریشان نظر آ رہی تھی۔

”بہنہ!“ انہوں نے ہنکارا بھرا۔

”بیٹا اس گھر میں تمہیں مجھ سے کوئی شکایت ہے تو بتاؤ میں نے تم پر بے جا سختی کی ہو زیادتی کی ہو یا تم پر اپنا کوئی ناپسندیدہ فیصلہ مسلط کیا ہو تو بتاؤ۔“ وہ بغور اس کا چہرہ جانچ رہے تھے۔

”نہیں ابو آپ کسی بات کر رہے ہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔“ وہ تڑپ ہی تو گئی تھی۔

”بیٹا اگر ایسی بات نہیں ہے تو پھر تم نے مجھ سے نہ کسی اپنی ماں سے ذکر کرو یا ہوتا، تمام کو بتایا ہوتا کہ تم آخیر کے رشتے میں انٹرنل ہو۔ میں اتنا ظالم نہیں ہوں کہ اپنی اولاد کی مرضی کو مقدم نہ جانوں خیر میں نے عمر صاحب کو ہاں کر دی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ تھوڑی دیر تک جائیں گے جا کے مہمانوں کی خاطر مہارت کی تیاری کرو۔“ اس کے حواسوں پر غم گرا کے وہ کمرے سے جا چکے تھے۔ شرم نہ آیا اور غصے سے اس کی حالت ناگفتہ تھی۔ فطری شرم وحیا کی وجہ سے وہ باپ سے یہ نہیں کہہ پاتی تھی کہ ایسا کچھ نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں۔ اپنی صفائی میں وہ ایک لفظ بھی نہیں کہہ پاتی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ جب اس سے رائے لی جائے گی تو وہ حافظ اسرار کے حق میں فیصلہ دے گی پر یہاں تو ابواسے بتائے بغیر فیصلہ کر چکے تھے۔ شام کو آخیر کے گھر والے آ رہے تھے مشکوٰۃ کے دل میں جو قیامت پائی اسے ہی پتا تھا۔

افروز بہت خوش تھی کہ آخیر کے پر پوزل پر ہاں کر دی گئی ہے، تعلیم نے مناسب نہیں سمجھا کہ اور انہیں اپنے پاس روکے رکھے۔ عاشر نے سیٹ بگ کرادی تھی۔ انٹرپورٹ پر آخیر انہیں خود لینے آیا تھا خوشی اس کے انگ انگ سے چمک رہی تھی، گلنڈرے اور شوخ آخیر کا یہ روپ بالکل نیا

کی خدمات حاصل کی تو وہ فرحان شام کو مشکوٰۃ کے گھر گئے۔
نور افشاں اور ثناء نے خاطر مدارت کی مشکوٰۃ نظر نہیں
آ رہی تھی، ثناء نے بتایا کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں اپنے
کمرے میں ہے۔ رہنا اندر داخل ہوئی مشکوٰۃ لٹچی ہوئی تھی۔
اسے دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔

”بھئی برتھ ڈے جناب؟“ اس نے لگے ہاتھوں دس کیا۔
”نہیں پتا ہے میں سا لگہ نہیں منائی۔“ وہ زور دے پرن
سے بولی۔

”جی مجھے پتا ہے پر بہت سے لوگوں کو معلوم نہیں۔ لویہ
کارڈ اور پھول۔“ اس نے شوق سے دونوں چیزیں اسے
دیں۔ سرخ دیکھتے گلابوں کا بگے بہت خوب صورت تھا کارڈ
کا ڈیزائن بہت دلکش تھا۔ مشکوٰۃ نے سوالیہ نگاہوں سے اسے
دیکھا جواب میں رہنا نے شوق سے شانے اچکا دیے۔
مشکوٰۃ نے کارڈ لفافے سے نکالا اس پر آ شیر کا نام دیکھ کر
پھولوں کا بگے اس نے زمین پر دے مارا۔

”اتنی جرات اس گھیا شخص کی سارے خاندان میں مجھے
بدنام کر کے رکھ دیا ہے اور تم یہ اس کے دیے لوازمات مجھے
دینے چلی آئیں مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔“
مشکوٰۃ کا رسی ایکشن بہت سخت تھا رہنا دیکھتی رہ گئی۔
اس صورت حال کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔
”آ خر ہوا کیا ہے؟“ وہ سنبھل کر بولی۔

”تم کو پتا ہے کیا ہوا ہے اس شخص نے مجھے اپنی ہی
نگاہوں سے گرا دیا ہے اس کی وجہ سے خاندان میں جھوٹی ہچی
باتیں نہیں۔ کیا سمجھتا ہے خود کو؟“ فرحان کا۔ ”مشکوٰۃ
کا لفظ لفظ نفرت میں ڈوبا ہوا تھا رہنا اس کا منہ دیکھتی رہ گئی۔
بات لیسکی تھی کہ وہ فرحان سے بھی کھل کے نہیں کہہ سکتی
تھی آ خر کو مشکوٰۃ اس کی زکون تھی آ شیر کے ساتھ اس کا رشتہ
طے ہو چکا تھا فرحان کو وہ مشکوٰۃ کے اس انتہائی سخت ری

ایک کا بتاتی تو جانے وہ کیا سوچتا۔

آ شیر کی طرف سے مہندی لے کر سب اچکے تھے سہاویہ
نے جو اس گانے کی ناگہ توڑی تھی سب انہولے کر رہے
تھے تھوڑی ہی دیر میں آ شیر کی طرف سے آئی لڑکیاں بھی یہی
گاری تھیں۔

سدرہ اپنی مٹکی کے بعد بہت خوش تھی سدرہ اور اسرار کی
شادی میں ابھی ناگہم تھا مگر آ شیر نے پہلے میدان مار لیا تھا اسے

”مجھے نہیں لگتا کہ شیر بھائی اور مشکوٰۃ کی بن پائے گی وہ سمجھتی ہے کہ خاندان بھر میں جو باتیں ہو رہی ہیں وہ شیر کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔ وہ شیر بھائی کو بالکل پسند نہیں کرتی نہ کوئی ایسا چکر تھا پر سب یہی سمجھتے ہیں کہ ان دونوں کا چکر تھا اور اب شادی ہو رہی ہے۔“

”مجھے پتا ہے کہ مشکوٰۃ کس نیچر کی ہے، شیر کی غلطی بھی مانتا ہوں پر یہ معاملات دل کے ہیں ان پر کسی کا زور نہیں چلتا اور تم فکر نہ کرو، مشکوٰۃ کی ناپسندیدگی شادی سے پہلے تک ہی ہے، اگلے دن دیکھنا سب سیٹ ہو چکا ہوگا۔ عورت مرد کی محبت کتا کے موسم ہو جاتی ہے۔“ فرحان کی اپنی لالچکھی رہنا اختلاف نہیں کر سکتی تھی۔



آشیر کا کرا خوب صورتی سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا اور جا بجا سرخ گلاب نظر آرہے تھے۔ دلیز پر پاؤں دھرتے ہی سرخ گلابوں نے اسے خوش آمدید کہا تھا۔

مشکوٰۃ نے عینے پر بکھرے پھولوں میں سے ایک اٹھایا اسے سونگھا پھر محل کر فضا میں اچھال دیا اسے بڑی شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ اس کمرے میں کوئی چیز بھی اس کی اپنی نہیں ہے سب پرایا ہے کسی اور کا ہے کیونکہ شیر نے ہر قسم کے چیز سے منع جو کر دیا تھا۔

یہاں بڑی ایک ایک چیز کا مالک کوئی اور تھا اور وہ خود بھی اب شیر ملوی کی ملکیت ہو گئی ہے پر نہیں وہ خود کو ہرگز اس کی جاگیر یا ملکیت نہیں بننے دے گی اب وہ پہلے والی نرم و نازک سنبھی ہوئی مشکوٰۃ نہیں ہے جیسے شیر ملوی نے پہلی بار دیکھا تھا یہ تو بدنامی اور توہین کے احساس سے ڈسی ہوئی مشکوٰۃ نے آئینے میں اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے اس کے لبوں کا پتخ مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔

دن بھر بیٹھ بیٹھ کر اس کی گردن اور کمر جیسے اکر کر رہی تھی، نکمین بھائی نے اس کے عام استعمال کے کپڑے ڈریسنگ روم میں لٹکا دیئے تھے، مشکوٰۃ سادہ سے کپڑوں کی تلاش میں نظر دوڑا رہی تھی، مین سامنے دیکر پر پتک لکری انتہائی نفیس و رسمی نائلی ہوئی تھی، مشکوٰۃ کے چہرے کے تاثرات اس

آشیر بدنام ہوا مٹی تیرے لیے یاد کر کے زکام ہوا مٹی تیرے لیے کام یہ بھی کمال ہوا مٹی تیرے لیے مشکوٰۃ کے نام کو ساویہ نے مٹی بنا دیا تھا۔ ساویہ نے کوئی چھٹی بار اس گانے کو اشارت کیا یہی تھا کہ کسی نے کہا۔

”مٹی کو اور کتنا بدنام کرنا ہے یار۔“ بات مذاق میں کہی گئی تھی اس نے سمجھوتوں کے جھرمٹ میں مشکوٰۃ بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر گھونگھٹ تھا وہ نہ اس کی آنکھ سے گرتے آنسو صاف نظر آتے وہ سب کچھ نہ رہی تھی ساویہ شاید اس کا صبر آزما رہی تھی ایک بار بھرتان اڑائی۔

مٹی بدنام ہوئی آشیر سے لیے

زور کا قبضہ پڑا۔ ”لوجی مٹی پھر ایک بار بدنام ہو گئی ہے۔“ کوئی شرابی لڑی بولی تھی جب مشکوٰۃ کو یوں لگا جیسے اس کا دل پھٹ جائے گا وہ صبر نہیں کر پائے گی یہاں سب کے سامنے نام لے لے کر اس کا مذاق اڑایا جا رہا تھا۔ وہ شیر کو معاف کرنے والی نہیں تھی کسی صورت بھی نہیں آج اس شخص کی وجہ سے سرخفصل اس کا مذاق اڑایا گیا۔ وہ کس کس کتا گئے اپنی صفائی چوش کرنے پہلے ہی اب اس کے سامنے اس کا سر جھک گیا تھا اسے یوں لگتا جیسے ہر شخص اسے مشکوٰۃ مذاق اڑائی لگا ہوں سے دیکھ رہا ہے۔

شادی سے دو دن پہلے اسے تیز بخار ہو گیا، رہنا ادھر ہی تھی ڈاکٹر سے فواد بھائی روانہ لے گئے تھے پر اس کا بخار کم نہ ہوا۔ رات بھر وہ بندیاں مٹی رہی رہنا اس کے پاس اس کے کمرے میں ہی لیٹی تھی۔ مشکوٰۃ کا بخار بہت تیز تھا جسم آگ کی طرح تپ رہا تھا اور وہ بڑا بڑا جہاز جاری تھی۔

”تم نے مجھے بدنام کر کے رکھ دیا ہے، آشیر ملوی! میں تمہیں بدنام کروں گی! میں تمہیں اپنے ہاتھ سے قتل کروں گی۔“ چنانچہ وہ کیا کیا بول رہی تھی رہنا پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اس کے دل پر مشکوٰۃ کی حالت دیکھ کر بے ہنوا ہو جھٹھا دوسرے دن وہ کپڑے لینے کے لیے گھر آئی تو اس سے باتیں کیا رات مشکوٰۃ کے منہ سے اس نے جو سنا فرحان کو بتا دیا۔

وقت بہت خوفناک ہو رہے تھے۔
 ”آ شیر علوی! تمہارے تو میں سارے ارمان ایک ایک کر کے خاک میں ملاؤں گی۔“
 آج کچھ گھنٹے قبل جب اس کی رخصتی ہوئی تھی تو سب گھر والے اس سے مل کے روئے تھے پر اب اسے گلے لگاتے ہی دور ہٹ گئے تھے یوں لگ رہا تھا ان میں پہلے وہی محبت و شفقت مفقود ہے، نوادہ بھائی اور تایا بولنے اسے تھا مگر گاڑی میں بٹھایا تھا، عباس صاحب پیچھے سونے اپنے آنسو خشک کر رہے تھے۔
 بہت دیر بعد وہ بولنے کے قابل ہوا تھا۔

”محبت روح سے بہت خوب۔ اپنی جسمانی ہوس کو تم نے روح سے محبت کا نام نہ دیا، تمہیں اگر میری روح سے اتنی محبت تھی تو شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیوں مجھ سے نکاح کیا، تمہیں تو میری روح سے محبت تھی ناں کرتے رہتے روح سے محبت۔ میرے ابو اسرار کی فیملی کو ہاں کرنے لگے تھے تم نے درمیان میں آ کر مجھے ان کی نگاہوں سے بھی گرا دیا۔ تم کلام پاک پر اتنا رکھ کر قسم کھا سکتے ہو کہ تمہیں میری روح سے محبت ہے؟ نہیں! اپنی ہوس کو چھپانے کے لیے تم نے خوب صورت جملہ گھڑا ہے، محبت کا نام نہ دو۔“
 مشکوٰۃ کا لفظ لفظ زہر میں ڈوبا ہوا تھا، یہ زہر پہلے الفاظ اس کے نرم و نازک حشر لبوں سے ادا ہو رہے تھے، انکی ہونٹوں سے جن کی زربا بہت کووہ کچھ دیر پہلے محسوس کرنا چاہا تھا۔

”مجھے بتاؤ محبت اور ہوس میں کیا فرق ہے؟ پر تم جیسے لوگوں کو کیا پتا ہوگا اس فرق کا؟ تم مرد و بوجھ سے طاقتور ہو، میں ایک کمزوری لڑکی ہوں تم کھلوں نے کی طرح مجھ سے کھیلو گے میں کچھ نہیں کر پاؤں گی زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ مزاحمت کروں گی۔ تم میری مزاحمت کا ٹھکانہ دو گے، میں ذہنی طور پر اپنی شکست تسلیم کر چکی ہوں، میں کوئی احتجاج نہیں کروں گی کیونکہ مجھے پتا ہے جیت تمہاری ہی ہوگی، ہوس کی ہی ہوگی۔ یہ صبح تمہاری فتح کے ساتھ طلوع ہوگی۔“ بولتے بولتے مشکوٰۃ کا سانس پھول چکا تھا یکدم ہی وہ خود کو انتہائی کمزور محسوس کرنے لگی تھی۔ وہ اسی پوزیشن میں تھی آ شیر جہاں

دروازہ کھلتے ہی قدموں کی چاپ ابھری پر فیم اور کلون کی ملی جلی مہک بھی اب گلاب کے پھولوں کی خوشبو کے ساتھ شامل ہو گئی تھی، مشکوٰۃ عجیبے کے سہارے بیٹھی ہوئی تھی، دوپٹا اس کے چہرے سے ہٹا ہوا تھا، آج کوئی آڑ اور پردہ اس کے اور آئینے کے درمیان نہیں تھا۔
 وہ دھیرے سے اس کے قریب جا کر بیٹھا تھا، مشکوٰۃ کی گردن اوپر اٹھی ہوئی تھی اور آنکھیں آ شیر پر مرکوز تھیں، یہ آنکھیں اور یہ دیکھنے کا انداز ہرگز ایک نئی نوعی شرمائی ہوئی ڈہن کا نہیں تھا اس کتے پر بھی وہ اس طرح بیٹھی رہی۔
 ”اسلام علیکم!“ آ شیر کی آواز میں وارنٹی اور بے پناہ خوشیوں کی چپکڑھی، جواب میں مشکوٰۃ کے لب باہم پیوست ہی رہے۔

آ شیر اس کے بہت قریب تھا، آج نہ تو کوئی اسکارف مشکوٰۃ کے سر پر تھا اور نہ کسی روپے نے اس کے وجود کو ڈھانپ رکھا تھا، جو اس کے جوہن کی خوب صورتی چھپ جاتی۔ آج تو وہ اس کے بائیں ہاتھ کی انگلی میں کچی سرخ نمک والی انگلی کو بھی چھسوا رہا تھا۔ مشکوٰۃ کے عروسی ہوشربا وجود کی ساری خوب صورتیاں ہی تو سامنے تھیں۔

”سلام کا جواب تو دے دیں۔“ آ شیر کی ہلکی آواز شرارت سے ابھری جب مشکوٰۃ کے سارے وجود میں ہلچل مچی۔
 ”میں تمہیں سلامتی کی دعا نہیں دے سکتی کیونکہ میں کبھی بھی نہیں چاہوں گی کہ تم جیسے لوگ سلامت رہیں، تم جیسے

مطابق پر فحرم اور مکون لگایا وہ اب کل والا شیر ہی نظر آ رہا تھا مضبوط اور مگر۔

”آئیں مشکوٰۃ ناشتے کے لیے نیچے چلتے ہیں۔“ عمارہ بھائی مشکوٰۃ کو ناشتے کے لیے لے جانے آئیں ”مشکوٰۃ کو قدرے سکون کا احساس ہوا۔

نیچے ڈائننگ ہال میں انہی کا انتظار ہو رہا تھا افروز نے کھڑے ہو کر مشکوٰۃ کا ہاتھ چومے اور اسے اپنے پاس ہی کرسی پر بٹھالیا۔ سب ہی مشکوٰۃ کا حال احوال دریافت کر رہے تھے ہر ایک کے انداز میں اپنا بیت و گرجی تھی اتنی پذیرائی کا اس نے تصور نہیں کیا تھا افروز اپنی اور عمر انکل اسے محبت کرنے والے سادہ دل والے لگے تھے عمارہ اور بھائی کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے مشکوٰۃ برسوں سے اسی کمر میں رہتی رہی ہے اپنے رویے سے انہوں نے انہیت کی دیواریں گرا دی تھیں۔

”اب اس کمر کو اپنا ہی سمجھو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو مجھ سے کہو عمارہ اور مکین کی طرح اب تم بھی ہماری بیٹی ہو۔“ عمر انکل بالکل اب کی طرح بول رہے تھے اس کی انہیت آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی اس میں سارا مکمل عمر انکل اور افروز آئی کی محبت کا تھا۔

ناشتے کے بعد کافی دیروہ دونوں اس کے پاس بیٹھے رہے شام میں ویسے تھا مکین بھائی نے کہا۔

”تھوڑی دیر آ کر کرو۔“ انہیں میں لڑھکے ہوں۔“ اس نے سہولت سے منع کر دیا اتنے میں رونا اور فرحان بھائی چلائے۔

افروز اپنی مہمان عموؤں کے پاس تھیں رونا مشکوٰۃ کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ بغور اس کا چہرہ جانچ رہی تھی۔ مشکوٰۃ بہت سنجیدہ لگ رہی تھی رونا کو ہمت ہی نہیں ہوئی کچھ پوچھنے کی آ شیرالبتہ ہشاش بشاش اور سکون نظر آ رہا تھا اسے قدرے ڈھارس ہی ہوئی۔

ویسے کی تقریب سے پہلے مشکوٰۃ کے گھر والے آگئے وہ پارے سے تیار ہو کر آگئی تھی سب سے یوں ملی جیسے صدیوں بعد ملی ہو۔ عباس صاحب نے بے چوڑے شکر و خود سے لپٹا لیا اب وہ ان کا داماد تھا وہ سب سے عزت و گرجی سے ملا

بیٹھا تھا اٹھ کھڑا ہوا۔

”مشکوٰۃ آپ پہنچ کر کے ریٹ کریں۔“ وہ بے تاثر لہجے میں بولتا میرس میں جا کھڑا ہوا۔

”آ شیرعلوی ایہ بھی تمہاری چال ہے۔“ وہ اب بھی زہر خند تھی۔ دونوں بازو سامنے دیوار پر لٹکائے وہ آگے کی طرف جھکا

ہوا تھا نیچے لان اور گیٹ کے سامنے اسٹریٹ لائٹ جل رہی تھی سارا ہنگامہ اور شور م توڑ چکا تھا۔ دائیں بائیں سے آ شیر نے سگریٹ کا پکٹ نکال کر ایک سگریٹ سلگائی۔ یاسر اور عمارہ بھائی سمیت پانچ بھی اس کو تنگ نہیں کرتے تھے اسے یہ بات کالج کے آخری سال میں گئی تھی اب کوشش کے باوجود بھی وہ اس سے کچھ نہیں جھڑکتا تھا۔ پریشانی اور اضطراب میں اس نے اکٹھے کی سگریٹ چھوٹک ڈالنے پر سکون تھا کہ پھر بھی نہیں مل رہا تھا۔ اپنی محبت اپنی چاہت اپنی آرزو کو کتنی دھوم دھام سے اسے اپنے گھر لایا تھا اس کے جملہ حقوق آ شیر کے نام محفوظ ہو چکے تھے وہ اس کی بن گئی تھی۔

”تو یہ تھا اس محبت کا انجام آ شیرعلوی۔“ کوئی اس کے اندر بولا تھا۔



رات کے زخم ابھی ہرے تھے جب ہی صبح مکین بھائی نے دروازہ بجایا تو وہ بمشکل اپنی سرخ سرخ آنکھیں کھول پاپا صبح صادق کے قریب وہ آ کر صوفے پر لیٹا تھا اب ساڑھے نو بج رہے تھے۔ مشکوٰۃ نے ہی اٹھ کے دروازہ کھولا وہ ہاتھ روم میں بند ہو گیا نہیں چاہتا تھا کہ مکین بھائی رات کی تحریر اس کی آنکھوں میں پڑھ لیں۔

”بھئی ناشتے پر آپ دونوں کا انتظار ہو رہا ہے تیار ہو کر فوراً آؤ۔“ مکین بھائی وہیں سے پلٹ گئیں ”مشکوٰۃ بند کے کنارے تک گئی نیا گھر نے مکین تھے اسے انہیت سی ہو رہی تھی۔ آ شیر کب کمرے میں آیا کب سویا اسے کچھ خبر نہیں تھی اسے پتا تھا آ شیرعلوی اسے متاثر کرنے کے لیے خود سے پیش قدمی نہیں کر رہا ہے اور یہ تو طے تھا کہ وہ اس سے متاثر ہونے والی نہیں تھی۔

آ شیر نہا کر ہاتھ روم سے نکلا ہال بنائے عادت کے

عہاں نے مشکوٰۃ کا چہرہ دیکھا وہ قدرے اواس نظر آ رہی تھی شاید اپنے سب گھر والوں کو درمیان پا کر گزر اوقت یاد آ گیا تھا جو وہ یوں اواس کی تھی۔

ویسے کے بعد جو بھی مہمان رخصت ہوئے آئیر کچھ دوستوں کے ساتھ باہر نکل گیا مشکوٰۃ جھکی ہوئی تھی رات بھی کافی ہو چکی تھی اسے آئیر کی طرف سے خوف بھی تھا وہ اپنی طور پر وہ بارمان چکی تھی پر ہتھیار بھینکا نہیں چاہتی تھی۔ وہ جلد ہی اوٹ آیا تب تک وہ ہماری بھر کم کپڑوں سے جان چھڑا چکی تھی۔

آئیر صوفے پر بیٹھا شوژ اتار رہا تھا پھر کوٹ اتار کے صوفے پر بے پروائی سے ڈالا اس کے بعد بی بی کی ہاٹ ڈسٹلی کی بے شک مشکوٰۃ آنے والے لمحات سے شکست مان چکی تھی پر اب اسے خوف محسوس ہو رہا تھا آئیر کے چہرے پر غصہ تھا اور آنکھوں میں سرخی تھی وہ اسی حال میں آٹھ کا ہاتھ روم میں بند ہو گیا۔ کچھ دیر بعد وہ اسی کی طرف آ رہا تھا اس کا دل بہت ہی تیزی سے جھڑکنے لگا کہیں جائے فراکش تھی۔

”میں ساتھ والے روم میں سونے جا رہا ہوں“ مین ڈور میں نے لاک کر دیا ہے صبح آپ جب اٹھیں تو میرا دروازہ ناک کر دیجیے گا“ میرا خیال ہے آپ بہت سمجھدار ہیں میں جو کہہ رہا ہوں آپ اچھی طرح جان لیتی ہوں گی۔“ خوف کا طلسم چھٹانے کے لئے تھا وہ چاکا تھا مشکوٰۃ کے سینے سے اطمینان بھری سانس خارج ہوئی۔

”ہو نہیہ! میرے بننے کی ناکام کوشش۔“ ایک بار پھر اسے سوچتے ہوئے وہ زہرا لودہ ہو رہی تھی آٹھ کر اپنا دروازہ اس نے اندر سے لاک کیا۔

یہ گھر ڈبل اسٹوری تھا آئیر اوپر والے پورشن میں تھا شروع سے ہی وہ ادھر رہتا تھا اب تو اوپر رہنے کی عادت پڑ چکی تھی اوپر تین بیڈ رومز کے ساتھ ایک ماسٹر بیڈ روم بھی تھا اور گیسٹ روم اس کے علاوہ تھا وہ ماسٹر بیڈ روم میں سویا تھا ادھر ڈسٹرب کرنے والا کوئی نہیں تھا اس پورشن کا داخلی دروازہ سیزجیوں کے اختتام پر تھا وہ اس نے سونے سے پہلے لاک کر دیا تھا نہیں چاہتا تھا کہ اتنی جلدی یہ قریشی سب پر عیاں ہو جائے اپنی عزت نفس اور انا اسے بھی تو عزیز تھی۔

مشکوٰۃ نے اسے ہوس کا اسیر اور غلام کہا تھا اس کے سارے نرم و گول جذبے اپنی موت آپ مر گئے تھے اب تو دور دور تک ویرانی تھی اور ابھی جب وہ اس کے قریب رکھا تھا تو اس کے تاثرات میں کتنی بے یقینی تھی وہ اپنی ہی آنکھوں میں گرسا گیا تھا۔ مشکوٰۃ اسے اتنا ناقابل اعتبار تصور کر رہی تھی کسی ڈاکو اور تیرے کی طرح وہ اس پر شب خون مارے گا۔



شادی کے بعد اس کی سب سے پہلی دعوت اولیس نے کی تھی اس نے سرینہ ٹول میں ان دونوں کے لیے پہلے سے ٹیبل ریزرو کر لی تھی مشکوٰۃ کی شادی کے کپڑے سب ہی بہت نفیس اور کاہل تھے شادی سے پہلے وہ سارہ حلے میں رہتی تھی اب شادی کے کپڑے بہت کم کم پہنتی تھی مگر ٹکین اور عمارہ نے اس کے لیے ایک سے ایک سوٹ خریدا تھا پہلے وہ میک اپ بھی نہ ہونے کے برابر کرتی تھی اب روز تک سک سے تیار ہوتی تو افراد و بیگم نہال ہو جاتیں۔

عمارہ بھابی نے دعوت پر جانے کے لیے اس کا جو سوٹ نکالا تھا وہ کار اور اسکن کلر میں تھا آئیر نے خود کیا تھا خالصتا اس کی چٹائی تھی ٹکین بھابی نے ناں ناں کرنے کے باوجود اس کا میک اپ بھی کر دیا وہ بہت ہوا تو لب اسٹاک لگا لیتی تھی۔ ”اتنا خوب صورت سوٹ ہے خیر لری ہے میک اپ میں اچھی لگو گی بی بی دن ہیں فرصت کے بعد میں چٹاؤں چٹاؤں کر دوں گی میں آئیں گے تو انہی کے پیچھے بھاگتی رہوں گی۔“ ٹکین بھابی نے چھیڑا تو اس کے زخار تپ گئے آئیر بھی قریب بیٹھا مشکوٰۃ کی تیاری کے انتظار میں تھا اس نے تو بھابی کے مذاق کو بہت انجائے کیا پر مشکوٰۃ سے اداکاری نہیں ہو پا رہی تھی اس نے شکر کیا جب بھابی میک اپ کے لوازمات اٹھا کر گئیں۔

افروڈا نئی گاڑی تک مشکوٰۃ کو چھوڑنے آئیں۔ اولیس انہی کے انتظار میں تھا اس نے خوشدلی سے مشکوٰۃ سے دعا سلام کی ہلکی جھلکی گپ شپ ہو رہی تھی۔ ”بھابی یقین کریں جب اس نے کہا کہ مجھے محبت ہو گئی ہے تو ہم فریڈز میں سے کسی کو بھی اس کی بات کا یقین نہیں

روئے سے ظاہر کریں میں کبھی بھی برداشت نہیں کروں گا۔ ہم دونوں عزت دار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں آپ بھی مجھے نہیں چاہیں گی کہ آپ کے گھرانے کی عزت پر حرف آئے سوا کچھ خیال رکھیے گا دکھاوے کے لیے ہی کسی میرا ساتھ دیں آخر میں بھی تو مجرم بھارہا ہوں۔" وہ سگریٹ کا ایک طویل کش لیتے ہوئے بولا۔

انجانے میں خاندان اور عزت کی بات کر کے آئینے میں دیکھ کر رگ پرانگی رکھی تھی اور یہ اس کا کمزور پہلو تھا۔ باقی کا سفر خاموشی میں طے ہوا آئینہ پھر کچھ نہیں بولا۔



شادی کے بعد دو عیسائیت سناتے ہوئے مہینہ تو گزری چکا تھا ہر روز ہی وہ کہیں نہ کہیں انوائٹ ہوتے آخری دعوت فائقد اور روئیل سے دی تھی۔

آئینہ کی شادی سے پہلے فائقد اسے پسند کرتی تھی دل سے چاہتی تھی کیا شیر اس کا ہو جائے پر بات ایک حد سے آگے نہیں بڑھی تھی اس کے منہ سے محبت کا اظہار سن کر وہ بہت ہنسنا تھا تب وہ وہیں چپ ہوئی تھی۔ آئینہ کی شادی کے بعد اب روئیل اسی کے ساتھ نظر آتی تھی۔ وہ دونوں مشترکہ طور پر اسے انوائٹ کر رہے تھے فائقد کے بارے میں آئینہ کی فیملی کو پتا تھا اس نے فون کر کے ان کو راز دہانی سے بات کی تھی اور دعوت کا بھی اس نے ان کے ڈائریکٹ پہلے ان سے کہا بعد میں آئینہ سے بات کی تھی۔ اگر وہ ماسے بات نہ کر چکی ہوتی تو وہ یہ دعوت قبول نہیں کرتا۔ فائقد کی اپنے بارے میں پسندیدگی سے وہ اچھی طرح آگاہ تھا۔

وہ دیکھنا چاہتی تھی کیا شیر کی محبت کہیں ہے ساتھ ہی وہ اسے جلاتا بھی چاہتی تھی روئیل اس کے ساتھ ہوتا وہ اسے بتاتی کہ مجھے ایک اور قدر دان مل گیا ہے۔



عین وقت پر روئیل کو کوئی ایمر جنسی پیش آگئی تھی سو فائقد نے ان کا استقبال کیلئے ہی کیا۔ فائقد کی ماما کی بہت پہلے وفات پا چکی تھی تو یونی نے دوسری شادی کر لی تھی اپنے بڑے کی وجہ سے وہ ملک بھر میں گھومتے رہتے تھے ان کی

تھا کیونکہ یہ ہر لڑکی کو عام سی ہے کچھ خاص نہیں ہے اس میں کہہ کر ان کو رد کرتا۔ ہم اس کے گھر گئے جناب بیمار ہو کے پڑے ہوئے تھے وہیں سے پتا چلا کہ آپ کے شوہر نامدار کو محبت ہوگئی ہے۔ بھائی واقعی آپ بہت خاص ہیں جب تک آپ کو دیکھا نہیں تھا کچھ رائے نہیں تھی کیونکہ میں یہی سمجھتا رہا کہ شیر کی محبت اس کی فریڈ ز کی طرح ہی ہوگی لیکن اب میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ ایسی ہیں جیسی آئینہ کہتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔"

اویس شروع ہوا تو بولتا گیا آئینہ پریشانی سے اسے دیکھ رہا تھا وہ اس کے راز بتا رہا تھا مشکو پہلے ہی اس کے بارے میں اتنی بڑی رائے رکھتی ہے پتا نہیں اب کیا سوچے گی وہ ندامت سے عرق آلود ہو رہا تھا۔ لائف پہلے ہی مشکل تھی یہ اویس گھما کر اسے مشکل ترین بنانے پر تیار ہوا تھا کاش وہ اویس کا منہ اور فراتے بھرتی زبان بند کر سکتا۔

"اب ذرا کس کے رکھیے گا کیونکہ ان کی فریڈ ز ان کی شادی کے بعد کافی غم زدہ ہیں۔" اویس نے اپنے تئیں بہت خلوص سے مشورہ دیا تھا مشکو بہت دلچسپی سے سن رہی تھی اویس نے جانے کب کب کے بدلے چکائے تھے۔

"سویت ہارٹ اس کی باتوں پر یقین کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" آئینہ مشکو کے ساتھ ہی بیٹھا تھا اس کی طرف جھک کر بیمار سے کہتے ہوئے جانے اس نے اویس کو کیا جتانے کی کوشش کی تھی۔ شاید یہی کہ وہ اس پر اعتبار کرتی ہے وہ جس طرح تیزی سے پیچھے ہوئی صدمہ شکر کہ اویس نے نہیں دیکھا وہ نہ بھی اس کی ساری محبت کا مجرم کھل جاتا۔

وہ کتنی روکھی اور سردھی لوگوں کے سامنے ڈرا دیرو کوئی بھی اس کا مانا تو رکھتی اویس کے سامنے وہ ہنستا سکراما ہا پر جو بھی اجازت لے کر کھانے کے بعد وہ اپنی گاڑی تک پہنچا اس کے تاثرات بھی سخت ہو چکے تھے۔ پارکنگ لاٹ سے اس نے تیزی سے گاڑی نکالی اور روڈ پر آتے ہی گاڑی چلانے کے ساتھ ہی سگریٹ سلگایا۔

"مشکو؟" مجھے پتا ہے آپ کے دل میں میرے لیے رتی بھر بھی جگہ نہیں ہے لیکن یہ بات آپ سب کے سامنے اپنے

دوسری بیوی بھی بزنس ووسن تھی وہ ان کے ساتھ ہی ہوتی۔
 فائدہ اکثر و بیشتر اسکی ہی رہتی برگریمیلی سے تعلق رکھنے کی
 وجہ سے اس کی لڑکوں سے دوستی بھی تھی جو ان کے ہاں کوئی
 ایسی معیوب بات نہیں تھی۔ آئیر سے اس کی ملاقات اتفاقاً
 طور پر ہی اس کے آفس میں ہوئی تھی فائدہ کو وہ اچھا لگنے لگا
 پھر جوں جوں وہ اس سے واقف ہوتی گئی یہ پسندیدگی محبت
 میں بدل گئی کیونکہ وہ ایک حد سے زیادہ آگے نہیں بڑھتا تھا
 اور فائدہ یہ حد تو ذکر اس کے قریب ہوتا چاہتی تھی آئیر نے
 نوٹ ہی نہیں آنے دی اور شادی کر لی۔

فائدہ نے دوستوں کی زبانی سنا تھا کہ بڑی زبردست
 محبت کے بعد شادی ہوئی ہے فائدہ اس خوش نصیب لڑکی کو
 دیکھنا چاہتی تھی آئیر کی محبت جس کا نصیب بنی تھی۔



گازی کا ہاں سننے ہی فائدہ خود خوش آمدید کہنے کے
 لیے باہر آئی وہ اپنے بے پروا حلیے میں تھی ٹراؤزر کے اوپر
 سلیولیس ٹاپ جس کے گہرے گلے سے گردن میں جھولتا وہ
 پینڈینٹ پہلی نگاہ میں ہی توجہ مبذول کرواتا تھا۔ سنہرے
 اسٹپ میں کٹے بال جو بے پروائی سے کندھے پر پڑے
 تھے۔ آئیر کے ساتھ اس نے پرانے انداز میں گر جھکی سے
 مصافحہ کیا اور مشکوٰۃ سے گلے ملی۔ وہ غور سے مشکوٰۃ کو دیکھ رہی
 تھی آئیر کی وائف تو بہت سادہ سی تھی پہلی نظر میں تو اسے
 اچھی خاصی مایوسی ہوئی وہ تو سمجھ رہی تھی کہ آئیر نے کسی
 دھانسا پ نو ڈیٹ قسم کی لڑکی سے شادی کی ہوگی پر یہاں تو
 صورتحال ہی اور تھی آئیر کی وائف نے اسکارف سے سر
 ڈھانپ رکھا تھا پوری آستین کی شرٹ پہنی تھی اور سلیپتے سے
 دوپٹہ اوڑھنا ہوا تھا آئیر مشکوٰۃ کو سمجھا کے لایا تھا اس لیے وہ
 خوش اخلاقی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

”اچھا آئیر! مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں ”مشی“ سے کب
 محبت ہوئی؟“ اتنا دیر سے دل میں چمکتا سوال وہ لبوں تک
 لے ہی آئی۔

”چار ماہ دس دن پہلے۔“ آئیر نے جھٹ جواب دیا۔
 ”بہت محبت کرتے ہو مشی سے؟“ فائدہ لہجہ میں در

آنے والی حسرت کو چھپانے میں ناکام ہو رہی تھی۔
 ”آف کورس۔“ آئیر نے اپنا بازو مشکوٰۃ کے کندھے پر
 پھیلاتے ہوئے اسے لمحہ بھر کے لیے اپنے قریب کیا تھا۔
 آئیر کا یہ ایکشن اتنا غیر متوقع تھا کہ مشکوٰۃ کو کچھ کہنے یا
 ناگواری دکھانے کا موقع ہی نہیں ملا۔

”اچھا تمہیں مشکوٰۃ کی کس چیز یا بات نے متاثر کیا؟“
 ”میری وائف میں متاثر کرنے والی بہت سی چیزیں ہیں
 مگر اسے بتا ہے کہ ایک لڑکی جس نے کل کو کسی کی بیوی بھی
 بننا ہے اسے کس طرح رہنا چاہیے۔“

(اور کارکنیں کا دوغلا متناقض) مشکوٰۃ جی ہی جی میں جل
 بھن رہی تھی۔

وہ جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہتی تھی جبکہ فائدہ بڑی
 فرصت میں بیٹھی تھی باتوں کے دوران وہ بڑی بے تکلفی سے
 آئیر کا ہاتھ پکڑ لیتی اس کے کندھے پر دھبہ رسید کرتی۔ وہ
 صوفے پر آئیر کے بالکل قریب بیٹھی تھی وہ ایسی ہی بے
 تکلف تھی۔ آئیر نے آج کوئی پروا نہیں کی تھی واپسی پر وہ
 دونوں کو گیت تک چھوڑنے آئی۔



واپسی پر اس کا سامنا سب سے پہلے عمارہ بھابی سے ہوا
 انہوں نے چھوٹے ہی پوچھا۔
 ”فائدہ کسی لگی تمہیں؟“

”اچھی ہے بس بولت بہت زیادہ ہے۔“ اس نے سچائی
 سے اپنے خیالات کو بیان کیا۔

”ہاں یہ تو تھیک کہہ رہی ہو تم۔“ انہوں نے ہاں میں ہاں
 ملائی۔ اتنے میں آئیر بھی گاڑی لاک کر کے اٹھ ا گیا۔ عین
 بھابی اور عاشر بھائی پر سوں دو بارہ سو دہا پس جا رہے تھے وہ
 ان کے پاس بیٹھ گیا۔ کافی دیر تک شپ ہوئی رہی وہ جب
 سونے کے لیے لوہے کی گلاب مشکوٰۃ پہنچی تھی وہ اس کے بعد
 لوہے کی اور سبز بیوں کا داغی دروازہ لاک کرنا بھول گئی۔ دیر
 سے سوئی تھی آئیر بھی دیر سے کھلی وہ بھی دروازہ ناک کرنے

پر۔ مندی مندی آنکھوں سے اس نے وال کلاک کی طرف
 دیکھا جو ساڑھے دس کا ناظم بتا رہا تھا آتی دیر وہ بھی نہیں سوئی

تھی۔ صبح فجر کی نماز کے وقت مشکل سے آنکھ کھلی تھی نماز پڑھ کر وہ پھر سو گئی تھی باہر دروازے پر افروز آنی نہیں وہ شرمندہ تھی۔

”جینا آئیں کو جگاؤ“ نیچے فرحان آیا ہے رات آئیں کا سیل نیچے ہی رہ گیا فرحان فون کرتا رہا اب خود یا بیٹھا ہے کوئی کام ہے شاید۔ بات کرتے کرتے افروز کی نگاہ اند کمرے کی طرف چلی گئی وہ اس زانوے سے کھڑی تھیں کہ بیدار نہیں صاف نظر آ رہا تھا اور آئیں نہیں تھیں تھا۔

”آئیں کہاں ہے ہاتھ روم میں ہے؟“ انہوں نے پوچھا تو مشکوٰۃ گڑبڑ گئی۔

”ہاں ہاں..... سن..... نہیں.....“ مشکوٰۃ کی گھبراہٹ انہیں پریشانی میں ڈال گئی وہ اندر آ گئیں۔ ہاتھ روم کا دروازہ کھولا اندر کوئی بھی نہیں تھا۔

”آئیں کہاں ہے؟“ ان کی جا چٹکی نگاہ مشکوٰۃ پر جمی تھی اس سے کوئی جواب نہیں بن پا رہا تھا اتنے میں آئیں خود ہی بیدار ہو کر اھر چلا آیا افروز کا تھا کھٹکا تھوڑی دیر بعد انہوں نے ماسٹر بیڈ روم میں جھانک کر تصدیق بھی کر لی کہ آئیں رات یہیں گزاری تھی ابھی سوال جواب کا وقت نہیں تھا اس کام کو انہوں نے بعد کے لیے اٹھا رکھا کیونکہ ابھی فرحان آیا ہوا تھا۔

آئیں شرم کو دھپس آئی تو اس کی جواب طلبی ہوئی وہ سمجھ گیا کہ اس کا راز کھل گیا ہے۔ یہ سب مشکوٰۃ کے بے یقینی کی وجہ سے ہوا تھا مشکوٰۃ پہلے سے سر جھکائے ان کے پاس ٹپچی تھی۔

”تم الگ بیڈ روم میں کیوں سو رہے تھے..... ایسا کب سے ہو رہا ہے؟“

”مما میں رات کو ہی اھر سو گیا تھا۔“ اس نے صفائی سے جھوٹ بولا۔

”کیوں سوئے تھے اھر؟“

”اصل میں مماس کی طبیعت خراب تھی اس لیے میں ماسٹر بیڈ روم میں سو گیا تھا۔“ وہ جیسے سب کچھ بھٹی تھی آئیں کی بے صبری سامنے بھی یقینہ مشکوٰۃ خفا ہوئی ہوگی جس کے بعد دونوں کی لڑائی ہوئی اور آئیں الگ الگ کمرے میں جا کر سو گیا ہوگا۔ انہوں نے کڑی سے کڑی جوڑی اور مطمئن ہو گئیں۔

”اتنے چھوٹی چھوٹی باتوں پر خفا نہیں ہوتے۔“ اس کے علاوہ وہ آئیں سے اور کیا کہتی پر مشکوٰۃ کا شرمندگی سے برا حال تھا۔

آئیں اسی وقت اوپر گیا اور پھر سے اپنی چیزیں پرانے بیڈ روم میں منتقل کیں وہ نہیں جانتا تھا مماس کا جھوٹ کھلے۔ رات مشکوٰۃ اوپر آئی تو آئیں بیڈ پر درازنی دی دیکھ رہا تھا۔

”میں کوئی رسک نہیں لے سکتا آپ نے مماس کا رویہ ملاحظہ کیا ہوگا“ آج انہوں نے چوری چھری کل کوئی اور پکڑے گا۔ یہ تو مماس ہیں چپ ہو گئیں لیکن کسی اور نے دیکھا تو خاموش نہیں رہے گا۔ مجھے تماشہ بنانا گوارا نہیں ہے مگر میں جلد ہی اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل نکال لوں گا۔ وہ سامنے صوفہ پر آئے آپ سو جائیں اعتبار تو آپ کرتی نہیں ورنہ بیڈ حاضر تھا۔“ آخر میں اس کے لہجے سے شوخی پھٹک پڑی پر اپنی پریشانی میں مشکوٰۃ کی توجہ اس طرف نہیں گئی۔

ناچار وہ صوفے پر سکر کر لیٹ گئی بڑی دیر بعد آنکھ لگی تھی۔ آئیں بہت دن بعد اپنے بیڈ روم میں سکون کی نیند سویا تھا مماس پھر بھانے سے اوپر آئی آئیں اپنے بیڈ روم میں ہی تھا انہوں نے اطمینان کا سانس لیا ان کا شک ختم ہو چکا تھا۔

آئیں نے اپنی ٹریول ایجنسی کی ایک براچ سعودیہ میں قائم کرنے کا کہہ کر پورے گھر کو پریشان کر دیا تھا سعودیہ میں براچ کھولنے کا مطلب تھا اس کا پاکستان سے باہر جانا۔ افروز کو گوارا نہیں تھا عاشر پہلے ہی ملک سے باہر تھا پاپانے بھی زور لگایا کہ وہ اپنا ارادہ بدل دے پر وہ ایک نہیں سن رہا تھا۔ عاشر اور کلین کے جانے کے ایک ہفتے بعد آئیں بھی سعودیہ چلا گیا اسے وہاں جا کر اپنے بزنس کے لیے سازگار ماحول اور جگہ تلاش کرنی تھی اور اس میں وقت لگنا تھا۔

آئیں کے جانے کے بعد افروز کے کہنے پر مشکوٰۃ نیچے ہی کے ایک کمرے میں آ گئی تھی۔ دن بھر وہ عمارہ بھابی اور ان کے بچوں کے ساتھ رہتی رہتی میکے جانے کا موڈ ہوتا تو یا سہر بھابی افروز آنی ڈرا سہر کے ساتھ جا کر خود چھوٹا تیں۔ آئیں کو

”میں اپنے بیٹروم میں اکیلا سوؤں گا آپ ساتھ والے روم میں سو جائیں امید ہے آپ ماسٹرنہیں کریں گی۔ عمارہ بھائی نے سوتے سے آپ کو چکا دیا ہے اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے اور ہاں سیز جیوں والا دروازہ لاک کر دیتے ہیں گا۔“ اس کے باہر نکلنے سے پہلے ہی وہ ہیڈ لائٹ کے سوا باقی لائٹیں بند کر چکا تھا یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اسے اب یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ مشکوٰۃ کو اس کے انداز میں کسی واضح تبدیلی کا احساس ہو رہا تھا اس نے دکھاوے کو ہی سہی مشکوٰۃ کی خیریت پوچھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا اسے پہلی بار اپنی بے عزتی محسوس ہوئی تھی۔ واقعی اس گھر میں اس کی کوئی چیز بھی اپنی نہیں تھی ورنہ وہ اسے دوسرے کمرے میں سونے کا نہ ہوتا بہت دن بعد آج مشکوٰۃ کو پھر سے رونا آ رہا تھا۔



آشیر کو سعودیہ میں اپنی ٹریول ایجنسی کی برانچ کھولنے کی اجازت مل گئی تھی وہ اب ابتدائی تیاری میں لگا ہوا تھا اگلے ماہ اسے پھر جانا تھا ماما اس کے جانے کا سن کر پھر ناراض ہوگئی تھی پر آشیر نے منایا تھا۔

”ماما اب تو میرا آنا جانا لگا رہے گا پندرہ دن سعودیہ تو پندرہ دن پاکستان میں۔ یہاں کے معاملات بھی تو میں نے ہی دیکھنے ہیں۔“

”پھر مشکوٰۃ کو بھی لے جاؤ اپنے ساتھ شادی کو چھ ماہ بھی نہیں ہوئے اور تم اسے چھوڑ کر وہاں چلے گئے۔“

”ٹھیک ہے ماما میں لے جاتا ہوں پھر وہ بھی میرے ساتھ پندرہ دن یہاں اور پندرہ دن سعودیہ میں رہے گی بلکہ ایسا کرتا ہوں اسے سعودیہ میں ہی چھوڑ دوں گا کہاں میرے ساتھ روز روز سفر کرتی پھرے گی۔“

”نہیں وہ اصرار ہی ٹھیک ہے تم سارا دن باہر رہو گے وہ دیواروں سے باتیں کرے گی۔ اور ہم سب ہیں اسے کبھی دینے کے لیے۔“ آشیر کا حربہ کارگر رہا تھا ماما بھی تھیں۔

”تمہارے بغیر بہت اداں رہی ہے وہ۔“ ماما کے بتانے پر اس کا دل چاہا روز روز سے ہنسنے انہوں نے تو اسے لطیفہ سنایا تھا کہ وہ اس کے بغیر اداں رہتی ہے۔ واپس آئے ہوئے

گئے ڈیڑھ ماہ ہو گیا تھا اس دوران آشیر نے اسے ایک بار بھی کال نہیں کی تھی کون سا مشکوٰۃ اس سے بات کرنے کے لیے مری جا رہی تھی۔ افروزہ آئی عمر انکل سے خیر خیر ہی جاتی تھی سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا سدرہ کی شادی حافظ اسرار کے ساتھ اسی ماہ متوقع تھی اس بار وہ میسے کی تو تمام بھائی نے اسے بتایا تھا۔

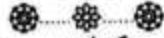
رات ڈھائی بجے کا نام تھا جب عمارہ بھائی نے مشکوٰۃ کو جھنجھوڑ کر چکا لیا یوں اچانک چمکانے پر مشکوٰۃ کا دل دہل سا گیا۔ ”بھائی کیا بات ہے خیر تو ہے نا۔“ وہ بجلی کی تیزی سے بیڈ سے اترتی تھی۔

”آؤ میرے ساتھ۔“ وہ عمارہ بھائی کے پیچھے چل بڑی لاؤنج کے دروازے سے اندر قدم رکھتے ہی عمارہ بھائی کے یوں اچانک چمکانے کا سبب اسے معلوم ہو گیا تھا سامنے آشیر علوی انکل اور آنٹی کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔

”آؤ دھم گھٹنے سے تمیں بار تہہ بار پوچھ چکا ہے میں نے سوچا تمہیں سر براہز دوں۔“ عمارہ بھائی اس کے کان کے قریب بولیں۔ مشکوٰۃ جھن سلاں ہی کر پائی افروزہ آئی سب کو سونے کی ہدایت کر کے اپنے بیٹروم میں چلی گئیں مشکوٰۃ اپنی نیند خراب ہونے پر جی بھر کے گھنٹا بجائی۔

عمارہ بھائی شرارتی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی مشکوٰۃ ان کی مزید کسی شرارت سے بچنے کے لیے اوپر کے پورشن کی سیز حیاں چڑھنے لگی آشیر اس کے پیچھے ہی تھا۔ تین سیز حیاں باقی تھیں جب مشکوٰۃ کا پاؤں پھسلا غیر ارادی طور پر اس کے لبوں سے ہلکی سی چیخ برآمد ہوئی وہ گرنے لگی تھی جب آشیر نے اسے سنبھالا جب وہ دوبارہ سنبھلی تب تک اسے برے ہٹا کر وہ اوپر جا چکا تھا۔ ابھی تک اس کے پسندیدہ گلوں اور پرفیوم کی مہک مشکوٰۃ کو اپنی قریب محسوس ہو رہی تھی اور آج اس کے بھر پور مردانہ لمس کو بھی تو اس نے پہلی بار محسوس کیا تھا۔ صرف چند سیکنڈ کی بات تھی اس کے بعد وہ رکنا نہیں تھا مشکوٰۃ نے وہیں رک کر اپنی اصل پھصل سانسوں کو درست کیا۔ خامی دیر بعد وہ اندر آئی تب تک وہ فریش ہو کر پھینچ کر چکا تھا اور سونے کے موڈ میں تھا۔

اسے چار دن ہو گئے تھے اس دوری کی کوئی رفق و صوفندے سے بھی اس کے چہرے پر نہیں ملتی تھی مگر بہت بھولی تھیں مشکوٰۃ کے سینے میں دل نہیں پتھر تھا۔



موسم بدلاؤ نے اچھڑائی لی اب دل چھوٹے اور راتیں لمبی تھیں۔ نومبر کی پچھلی شام میں پچھوندا سدرہ کی شادی کا دعوت نامہ لے کر آئیں آج وہ دوسری بار مشکوٰۃ کے سرسرا آئی تھیں۔ شاندار گھر بہترین فرنیچر اور مشکوٰۃ کی گریس فل ساس سے مل کر ان کی آنکھوں میں رشک امنڈ آیا تھا انہوں نے سب کو خلوص سے آنے کی دعوت دی۔

مہندی پر عمارہ بھائی افروز آئی اور مشکوٰۃ تینوں گئے بارات پر آئیں۔ مشکوٰۃ کے ساتھ جانا تھا اس دن وہ معمول سے ہٹ کر تیار ہوئی افروز نے دل ہی دل میں نظر بد سے بچنے کی دعا دی۔ آئیں نے حافظ اسرار کو پہلی بار دیکھا تھا اس کے مقابلے میں حافظ اسرار کا قدم اٹھایا تھا ساتھ ہاتھ بھی جانے کیوں آئیں کو اس سے حسد ساجھوس ہوا۔

”یہ محبت بھی کتنی ظالم شے ہے“ آئیں کو ابھی کچھ دیر پہلے اس کا اراک ہوا تھا۔



موسم بہت اداس اداس ساتھ سدرہ کی شادی سے واپس آ کر وہ جانے کیوں یا سیت زدہ لگ رہی تھی شام میں بارش ہوئی تو موسم کی خشکی میں بھی اضافہ ہو گیا عمارہ بھائی نے موسم کی مناسبت سے پکڑے خود تھے بانی کا کام مکن میں کام کرنے والی بوائے کیا تھا۔

مشکوٰۃ نے برائے نام کھانا کھایا اور لوہا آگئی جانے کیوں وہ آج بہت باغی ہو رہی تھی۔ سدرہ کے چہرے پر جو اطمینان و خوشی دیکھی تھی وہ اس کی زندگی میں کہیں نہیں ملے وہ آئیں کے ساتھ کمرے میں سونے کے لیے لیٹی تو دروازہ بند کرنے کی رحمت بھی نہیں کی کوئی دیکھتا ہے تو دیکھے کسی کو بتا چلتا ہے تو چلے آئیں کا بھرم ٹوٹتا ہے تو ٹوٹے اس کی بدلا سے۔

اسے کوئی پروا نہیں ہے۔



رات کا جانے کون سا پہر تھا جب کسی کے رونے کی آواز پر اس کی آنکھ خود بخود ہی کھلی تھی عجیب سی آواز تھی کبھی لگتا کہ بچہ رو رہا ہے پھر لگتا جیسے کسی عورت کی آواز ہے۔ خوف سے مشکوٰۃ کی بند کی حالت تھی جسم سینے میں نہایا اور دل سینے کی حدود توڑ کر جیسے باہر آنے لگا تھا۔ کمرے کی لائٹ بند تھی وہ کرتی پڑتی آئیں کے بیڈروم میں داخل ہوئی کمرے کی لائٹ آف تھی لیکن شکر تھا کہ وہ کمرے کا دروازہ کھول کر سوتا تھا۔

بدحواسی میں مشکوٰۃ سانسے پڑے ٹیبل سے ٹکرائی اٹھنے میں آئیں بیڈ لائٹ جلا چکا تھا وہ پاٹھوں کی طرح اسے آگے لپٹی تھی خوف زدہ ہونے کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے آنسو بھی بہہ رہے تھے ٹیبل ٹکڑے سے ٹخن ٹوٹ گیا تھا اور خون نکل رہا تھا۔ آئیں نے زری سے اس کے ہال پہلے ساری لائٹیں آن کر کے ہاتھ روم کی کینٹ سے ٹکچر پاؤڈر اور کاشن رول نکالا۔ مشکوٰۃ کا کونٹھا اچھا خاصا ڈشٹی تھا اس نے جلدی سے پیٹریج کی۔ ہاتھ دھو کر واپس آیا تو ابھی بھی وہ دوپٹے سے آنکھیں رگڑ رہی تھی۔

”ہوا کیا تھا آپ کو جاپ روتی دھوتی اتنی رات کو میرے پاس آئیں۔“ آئیں کو پوچھنے کا دھیان آیا۔

”کسی کے رونے کی آواز سے میری آنکھ کھلی تھی مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے میں ابھی ہی سوؤں گی۔“

”بے شک سو جائیں مجھے اعتراض نہیں ہے پر ہوں کا اسیر یہ بندہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ آپ خود آئی ہیں یہاں۔“ آئیں کے لہجے میں آئی تھی۔

مشکوٰۃ کو باہر جاتے ڈر لگ رہا تھا آئیں ہی دوسرے کمرے سے اس کا کپڑا لے کر آیا وہ اچھی طرح لیٹ کے صوفے پر دراز ہو گئی آئیں نے لائٹیں بند کر دیں۔

”آپ کو وہم ہوا ہوگا کہ کوئی رو رہا ہے ملی ہوگی کوئی؟“ آئیں نے اس کا خوف دور کرنے کے لیے کہا۔

”کتنی ڈر ہو رہی ہوں میں مفضل میں ڈر رہی۔“ اس نے خود کو ڈانٹا آئیں کی طرف سے خاموشی طاری تھی یقیناً وہ سو چکا تھا۔

مشکوٰۃ کچھ دیر بیٹھ بیٹھ آنے والے تصادم کے بارے میں سوچ رہی تھی کوئی چیز تھی جو اس کے ذہن میں بار بار

کھٹک رہی تھی کچھ تھا جو شیری کی طرف سے پُر اطمینان نہیں تھا۔ اس کے ذہن میں چھٹا کا سا ہوا جب وہ بھاگتی ہوئی اندھا دھند شیر سے لپٹی تھی تو آئینے خوف سے چٹختی مشکوۃ کو بانہوں کا سہارا نہیں دیا تھا یہی چیز مشکوۃ کو کھٹک رہی تھی اس نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ وہ یہی سوچتے سوچتے سو گئی تھی۔



افروز آغنی نے اسے کہا تھا کہ سدرہ اور اس کے شوہر کو کھانے پر انوائٹ کر دینا پیچھونے بھی تو شادی کے بعد اس کی دعوت تھی۔ جس دن دعوت تھی افروز نے آئینہ کو جلدی گھر آنے کے لیے کہا تھا آج کل وہ ایسا رہا تھا سدرہ اور اس کا شوہر اسرار نام پر آئے تھے کھانے کی سب چیزیں تقریباً تیار تھیں سدرہ بہت بھاری اور بے پندہ خوش نظر آ رہی تھی سدرہ کے شوہر کے پاس گھر کے سب افراد بیٹھے تھے سدرہ نے مشکوۃ سے کہا۔

”مجھے اپنا گھر دکھاؤ۔“ نیچے کا پورشن دکھانے کے بعد مشکوۃ اسے اور لائی۔

”یار بہت گریٹ ہیں شیر بھائی اجیڑ کے نام پر تم لوگوں سے ایک جگہ تک نہیں لیا۔“ وہ ان کے ہیڈ روم میں کھڑی تھی اس کی نگاہ ہر چیز کو سوراہی تھی۔

”تم خوش ہو سدرہ“ مشکوۃ کو بات ہی نہیں مل رہی تھی کیونکہ سدرہ کی ہر بات اسرار کی تعریف پر ختم ہو رہی تھی۔

”میں بہت خوش ہوں اسرار نے مجھے دنیا کی ہر خوشی دی ہے اب مجھے اپنے گزشتہ پرکھانہ خیالات پر مبنی آتی ہے۔ اسرار کی محبت میرے لیے اٹا شہ ہے قیمتی اٹا شہ۔“ غرور سے سدرہ کی گردن تن کی گئی تھی۔

”مگر تم مجھے کچھ سیٹ پی لگ رہی ہو لگتا ہے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے کہیں کوئی خوشخبری والا پکڑ تو نہیں ہے۔“ آئینہ سدرہ کو کھانے کے لیے بلانے آ رہا تھا سدرہ کا آخری جملہ اس نے بھی سن لیا تھا بے چاری مشکوۃ کی شکل دیکھتے والی ہو رہی تھی ایسے موقعوں پر اسے جواب ہی نہیں بن پڑتا تھا۔

”نہیں ابھی خوشخبری والا پکڑ نہیں ہے دیکھ نہیں رہی

میری بیوی کتنی نازک سی ہے ابھی شادی کو صرف ساڑھے چھ ماہ ہی تو ہوئے ہیں۔ ہم نے ابھی لائف انجوائے کرنی ہے اس کے بعد یہ خوشخبری بھی آپ سن لیں گی۔“ سدرہ لاجوابی خاموش ہو گئی اس کی بے باکی پر مشکوۃ پانی پانی ہو گئی۔

کھانے کے بعد چائے کا دور چلا سدرہ اور وہ سب سے الگ صوفے پر بیٹھ گئیں سدرہ کے پاس اپنے شوہر کی باتیں اور اس کی محبت و وفا کے طولانی قصے تھے۔ مشکوۃ احساس زیاں میں گھر گئی تھی سدرہ کی شادی کو ابھی دو ہفتے بھی نہیں ہوئے تھے اور اس نے اسرار کی محبت پانی پانی خود اسے کیا ملا تھا خاندان بھر میں بدنامی فلرٹ شوہر جو بوس کو محبت کا نام دیتا تھا وہ شدید خود مرسی کا شکار تھی سدرہ کتنی خوش اور پرسکون تھی ایسی خوشی اس کے نصیب میں کیوں نہیں ہے اس نے ساری عمر اپنا آپ سمیٹ کے سنہال کے رکھا تھا اپنے ہر جذبے کی ایک شخص کے لیے حفاظت کی جس کے لیے وہ اپنا آپ قیمتی خزانے کی طرح سنبھالی آئی وہ خود کیا تھا کتنی لڑکیوں سے تو اس کی دوستی بھی ناقصہ کو تو اس نے خود دیکھا تھا کھلی کتاب کی طرح تھی وہ تو اس کی کتاب کا تو آئینہ شیر نے ورق ورق پڑھا ہو گا فریول انجی کا مالک ہے روز بھانت بھانت کے لوگوں سے ملتا ہو گا ابھی ملک سے باہر نہ کر آیا ہے پتا نہیں کیا کیا کرتا پھرتا ہے۔ دن بھر باہر رہتا ہے کیا پتا کتنی لڑکیوں سے ملتا ہو گا جب ہی تو شادی کر کے گھر میں ڈال کر مجھے بھول گیا ہے ورنہ اتنا فرشتہ تو لگتا نہیں ہے کہ عورت کی طرف متوجہ نہ ہو۔ آئینہ اپنے بارے میں اس کی سوچ جان لیتا تو یقیناً زور کا پکڑ فرسید کرتا۔



وفا پس سے گریٹ بھائی تھا جب مشکوۃ اس کے پاس کھڑی ہوئی چہرے کا اضطراب بتا رہا تھا جیسے کسی کشمکش میں ہوا آئینہ اس کے بولنے کا انتظار میں تھا۔

”آپ مجھے اب کی طرف چھوڑا نہیں گئے؟“ اس کے لہجے میں چٹکیا جات سی تھی ڈرائیو نہ چھٹی پر تھا ورنہ افروز کے ہمراہ ڈرائیو کے ساتھ ہی جاتی تھی یا اگر یاسر بھائی فارغ ہوتے تو ڈراپ کر آتے۔ آئینہ کے ساتھ شادی کے بعد وہ صرف دو بار

ابن صفی کے پرسناروں کے لیے ایک نادر و نایاب تحفہ

ایشیاء کے واحد عظیم جاسوسی ناول نگار شاعر، مصور کی یادوں باتوں کا احوال

ابن جفنی کے قریبی ساتھی اور شاگرد **سید جمال الدین علی** کی ایک تازہ دستی ویز

ایک شہرِ حجاز

شائع ہو گئی

ایک ایسی دستاویز جس میں آپ ایشیاء کے سب سے بڑے جاسوسی ناول نگار
ابن جفنی کی شخصیت کے ان پہلوؤں سے روشناس ہوں گے جو
اس سے پہلے کبھی آپ کی نظروں سے نہیں گزرے ہوں گے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ ابن جفنی مصور بھی تھے۔ ان کی قلمی تصاویر اور ان کی
تحریر کا عکس پہلی بار ان کے چاہنے والوں کے لیے۔

قیمت معہ ڈاک خرچ 500 روپے اپنی کاپی کے حصول کے لیے رابطہ کریں

القلمش بہلی کیشمر کلچرل ڈپلومہ ایڈیٹورز لاہور فون: 042-37652546/37668958

نئے افق گروپ آف بہلی کیشمرز 7 فرید جیمبر ز عبد اللہ ہارون روڈ کراچی۔ 0213-5620771/2

ہی ایذا کی طرف گئی تھی وہ خود سے بہت کم اس سے مخاطب ہوتی تھی۔ آ شیر خاموشی سے جو تے اتارنے لگا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مشکوٰۃ اسے دیکھ رہی تھی ماتھے پر آئے بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کرتا وہ کافی تھکا تھا کسا لگ رہا تھا۔
 ”آپ میرے ساتھ جائیں گے؟“ مشکوٰۃ نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔

”آپ کے ساتھ تو میں کہیں بھی جانے کے لیے تیار ہوں۔“ آ شیر نے اپنی پُر سرنگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ شوخی اس کے لہجے سے عیاں تھی مشکوٰۃ انگلیاں جیٹتی لگی۔

”میں فریش ہو کے چائے پی لوں پھر چلتے ہیں اتنے میں آپ بھی تیار ہو جائیں۔“ وہ کپڑے الماری سے نکال کر نہانے کے لیے ہاتھ دھو میں چلا گیا۔ شیر چنچ کر کے پیچھا یا تو نہ چاہتے ہوئے بھی مشکوٰۃ کی نگاہ اس کی طرف اٹھ گئی۔ نو چیس میں لمبوس اس کا تازگی کا احساس دلاتا وجود ماحول پر حاوی ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ افروز آئی نے مشکوٰۃ کو دیکھا تو جیسے سر پیٹ لیا۔

”جاؤ اچھے سے کپڑے پہن کر آؤ اور جیولری کس لیے سنبھال کے رکھی ہے پتھریاں پہنواؤ ایک دو انگلیاں بھی نکالو اور گھٹے میں جیمین بھی ڈال لو۔“ آ شیر کے سامنے انہوں نے حکم دیا تھا تا چارہ پھر اوپرائی دوسرے کپڑے پہنے اور جیولری بھی پہنی۔

”آ شیر بیٹا! باہر جانے کا خیال دل سے نکال دو۔ مشکوٰۃ تہارے جانے کا سن کر مشکوٰۃ کیسی اداس لگ رہی ہے۔“ اس کے منظر سے بچتے ہی افروز شروع ہو گئیں۔ آ شیر کی پرسوں کی سیٹ کنفرم تھی۔

”مما پتھ روک سارا محل ہو چکا ہے جس رک نہیں سکتا۔ وہ انہیں نہیں بتا سکتا تھا کہ میں مشکوٰۃ کی وجہ سے ہی ایسا کرنے پر مجبور ہوں آپ کی لاڈلی بہو میری وجہ سے اداس نہیں ہے۔ مشکوٰۃ زہر تو تیار ہی کے بعد لائی تو فروز خوش ہو گئی۔

”جیستی رہو سدا سہاگن رہو۔“ انہوں نے دعا دی تو مشکوٰۃ کے لبوں پر عجب سی مسکراہٹ آ گئی۔



آ شیر بہت عرصے بعد مشکوٰۃ کے ہمراہ آیا تھا عباس صاحب کے تو ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے اسی وقت کھانا تیار کرنے کا حکم دیا وہ فواد بھائی اور عباس انکل کے پاس ہی بیٹھا رہا۔ کافی دیر باتیں ہوتی رہیں عباس صاحب کو اعتراض کرنا پڑا کہ وہ بہت میچور اور باشعور ہے اس کے ہاں ناں کرنے کے باوجود انہوں نے کھانے کے بغیر واپس نہیں آنے دیا۔ مشکوٰۃ گھر والوں سے مل کر باہر نکل رہی تھی جب ابو بھی اس کے پیچھے آئے۔

”بیٹا! اپنے گھر خوش تو ہوتا؟“ انہوں نے بہت ہتکلی سے پوچھا۔ اما نک اس کی آنکھیں بھر آئیں جنہیں چھپانے کے لیے اس نے سر جھکا لیا اور اثبات میں سر ہلایا۔
 ”ہمیشہ اپنے گھر میں سکھی رہو اور اپنے شوہر کو بھی خوش رکھو اچھا نو جوان ہے شیر!“ ان کا ہاتھ مشکوٰۃ کے سر پر تھا۔ آ شیر گاڑی اشارت کیے اس کے انتظار میں تھا عباس اس کے پاس آئے۔

”آتے جاتے رہا کرو مل کے گپ شپ کریں گے۔“
 ”اوکے انکل! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ فی الحال پرسوں سعود یہی کی فلاح ہے میری واپس آ کے آپ کے پاس آؤں گا۔“
 مشکوٰۃ جھجکی سیٹ پر بیٹھی اپنے آنسو پینے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

”ہونہ۔۔۔ اچھا نو جوان ہے شیر! اپنے شوہر کو خوش رکھو مجھے سب کی نظروں میں گرا کر یہ شخص اچھا ہو گیا ہے کتنا خوش لگ رہا ہے ناں۔ مجھے بدنام کر کے کتنے سکون میں ہے ہر کوئی تعریف کرتا ہے اس کی اور تو اور اب بھی۔۔۔“ وہ آنسو دوپٹے میں جذب کر رہی تھی ایک کم مصروف سڑک پر آ شیر نے گاڑی روک دی۔

”مشکوٰۃ آگے جائیں۔“ وہ دروازہ کھول چکا تھا۔

”میں ادھر ہی ٹھیک ہوں۔“

”کم آن آگے آئیں۔“ اب کے باراس کے لہجے میں حکم تھا غصے میں دروازہ بند کر کے وہ اگلی سیٹ پر بیٹھی تھی اس کی روٹی روٹی آواز شیر کی ساتمتوں کی لیے اجنبی نہیں تھی۔

”کوئی پرابلم ہے آپ کو لگتا ہے کافی دیر سے روتی رہی ہیں۔“
”جی نہیں مجھے فلو ہے۔“ مشکوٰۃ سرش ہو رہی تھی۔



آخری دنوں میں عمارہ کا بلڈ پریشر کنٹرول نہیں ہو رہا تھا۔
یاسر نے اسپتال میں ایڈمٹ کروا دیا تھا اس کے پاس اپنی ایک بہن بھی افروز آتی تھی صبح وشام پتھر لگاری تھیں۔ مشکوٰۃ جب بھی آتی ساتھ کھانے کے لیے کچھ نہ کچھ بنا کے لے آتی۔
دن میں ایک بار وہ لازماً اسپتال آتی۔ گھر کو بھی دیکھنا ہوتا تھا۔
اس دن بھی مشکوٰۃ گھر میں اکیلی تھی وہ عمارہ بھائی کے لیے سوپ بنا رہی تھی کچھ دیر بعد ڈرائیور کے ساتھ اسے اسپتال جانا تھا۔ گیت کی تیل بجی آنے والا آئیر علی تھا۔ بغیر اطلاع دینے وہ اچانک آیا تھا۔ گھر میں کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ بوائے بتایا کہ سب اسپتال میں ہیں سوائے مشکوٰۃ بی بی کے۔ بوا کو گھنٹوں کا دور تھا۔ مشکوٰۃ نے انہیں آرام کا کہہ کر خود کچن سنہال لیا تھا۔ وقتاً فوقتاً بوا بھی مدد کروا تیس پریزایدہ کام وہ اب خود ہی کرتی تھی۔

آئیر بوا کے بتانے پر کچن کی طرف آیا تھا۔ مشکوٰۃ مصروف تھی دو پشاس نے اتار کر پاس بڑی چیز پر رکھ دیا تھا۔
آئیر نے جاندار آواز میں سلام کیا تو مشکوٰۃ اچانک اس کی آواز سے ڈر گئی تھی اسی خوف میں کچھ اس کے ہاتھ سے چھوٹا اوراٹھتے سوپ میں گرا وہاں سے سوپ والی تیلی اُٹنی اور اس کے پاؤں پر گر گئی۔

”ہائے اللہ۔۔۔“ اس کی آواز میں درد تکلیف اور کرب کا احساس رچا ہوا تھا اس کا ایک پاؤں بُری طرح جل گیا تھا۔
ایک ہاتھ بھی متاثر ہوا تھا جہاں جہاں سے جلد جلی تھی وہاں اسی وقت آبلے پڑ گئے تھے آئیر نے اسے کچڑ کچڑ پر بٹھایا۔
مشکوٰۃ کے آسوز زارہ قطار بہہ رہے تھے وہ بے حد پریشان تھا۔ آئیر کو نہیں پتا تھا ایسے موقعوں پر فوری طور پر اس کی تکلیف دور کرنے کے لیے کیا کرنے اس نے مشکوٰۃ کا وہ جھلسا ہوا ہاتھ لیوں سے لگا لیا اسے کھڑا ہونے میں مدد دی۔ وہ اسے ساتھ لیے قریبی کلینک آ گیا۔ جہاں ڈاکٹر نے مشکوٰۃ کے آبلے کاٹ کر دو لگانے کی تکلیف کی شدت سے اس کی رنگت لال ہو گئی تھی۔ گھر لا کر آئیر نے اسے میڈیسن دی۔
افروز کے لیے آئیر کی آمد مخزن کن اور مشکوٰۃ کا جھلسا ہوا تکلیف وہ تھا۔ عمارہ پہلے ہی اسپتال میں تھی۔ بوا کو گھنٹوں

جس دن آئیر کی فلاح تھی اس روز مشکوٰۃ کی طبیعت بچ بچ خراب تھی اس سے اٹھا ہی نہیں جا رہا تھا۔ افروز آتی نے طبیعت کی خرابی کو بھی آئیر کی روائی سے منسوب کر دیا۔
کچھ دیر خاتون تھیں کتنی بار مشکوٰۃ کی بے زاری نوٹ کی تھی آئیر بے ستا مسکراتا رہتا پھر وہ چپ ہی رہتی۔ شاید وہ آئیر کی طرح اچھی اداکارہ نہیں تھی اس نے اپنے رویے سے کسی کو بھی تعلقات میں خرابی یا لگاؤ کا احساس نہیں ہونے دیا تھا۔
مشکوٰۃ بہت جلد اس کا ساتھ نہیں دیتی تھی۔ سارے گھر والوں کے ساتھ ہنسی بولتی آئیر کی موجودگی میں کانٹھیں ہوجاتی۔
افروز آتی کا کاپا ارادہ تھا اب آئیر آئے تو جانے نہیں دیں گی۔



سردیوں کی شام جلد ڈھل جاتی اور لمبی رات سر پر آ کھڑی ہوتی۔ آئیر کا قیام مسعودیہ میں طویل ہوتا جا رہا تھا۔
مشکوٰۃ گھر کے کاموں میں خود کو مصروف رکھتی۔ کچن بوا سلمیٰ سنہال تھی اب مشکوٰۃ بھی حصہ دار بن گئی تھی۔ افروز آتی اور عمر انکل سمیت عمارہ بھائی اور یاسر بھائی کی تعریفیں اسے اچھی لگنے لگی تھی۔ وہ سنت نئی ڈشز ٹرائی کرتی عمارہ اور یاسر بھائی کے بچوں اطلالہ ابوبکر اور موسیٰ کے ساتھ گن رہتی کہانیاں سناتی ان کا ہوم ورک دیکھتی۔ افروز آتی کے ساتھ ان کے رشتہ داروں کے گھر ہوا آتی اس نے عمارہ بھائی کی بہت سی ذمہ داریاں بانٹ لی تھیں وہ اس کی نمون تھیں ان کی ڈیلیوی کا آخری مہینہ تھا۔ بلڈ پریشر بھی ہائی رہتا وہ ذمہ داریاں پوری طرح انجام نہ دے پائیں۔ یاسر کو بیٹی کا بہت شوق تھا۔ عاشر کے بھی دو بیٹے تھے اس بار پورے گھر کی خواہش تھی کہ یاسر کے گھر بیٹی پیدا ہو۔ مشکوٰۃ ان کی بھرپور کچھ بھال کر رہی تھی۔
آئیر کی موجودگی میں جو اجنبیت اس پر طاری رہتی تھی اس کا خاتمہ ہو گیا تھا۔



کے درو نے لاچار کر رکھا تھا! افزو بے چاری پریشان سی ہو گئیں۔

مشکوٰۃ کی ہر دوسرے دن بینڈ تاج ہوتی جو اس کے لیے تکلیف کا باعث تھی! دونوں اس نے بینڈ تاج کرائی تیسرے دن ڈاکٹر کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ شیر انتظار کر رہا تھا کہ کب وہ چشتی ہے مگر اس کے تورا نکال والے تھے۔

”میں نے نہیں جانا ڈاکٹر کے پاس۔“
”جائیں گی نہیں تو آرام کیسے آئے گا۔“ شیر کا لہجہ بہت نرم تھا۔

”آجائے گا خود ہی۔“

”خود نہیں آئے گا ناں! چھا مجھے اپنا ہاتھ تو دکھائیں۔“
مشکوٰۃ نے بغیر کوئی ہٹ دھرمی دکھائے اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلا کر دیا۔ آ شیر نے اپنے ہاتھ میں اس کا ہاتھ لیا! مشکوٰۃ کی تمار توجہ شیر کے مضبوط مردانہ ہاتھوں کی طرف مرکوز تھی! صاف رنگت والا ہاتھ جس میں مضبوطی کا احساس بدرجہ اتم تھا! شیر کی گرفت میں نرمی تھی جیسے وہ شے کی بنی ہو۔ دوسرے ہی لمبے لمحے میں اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تو مشکوٰۃ کے دل میں شور مچاتے جذبے خاموش ہو گئے۔ جس دن اس پر سوپ گرا تھا آ شیر نے اس کا ہاتھ تمام کربوں سے لگا تھا! تکلیف کے باوجود مشکوٰۃ کو وہ سب یاد تھا کہ شیر کے لبوں نے اس کے ہاتھوں کو چھوئے کیا بارگی اس کے دل نے خواہش کی تھی کہ اس روز والا عمل! شیر پھر دہرائے اپنے لبوں کی مہک اس کے ہاتھ پر چھوڑ دئے! ایک بار پھر اسے بے خود کر دے۔ وہ کیوں ایسا جاہل رہی تھی! وہ کیوں ایسا سوچ رہی ہے! کیا وہ بارگنی ہے! شکست کھا رہی ہے! آ شیر علوی نے اپنی خاموشی سے کوئی دیار و شن تو نہیں کر دیا ہے۔



عمارہ بھائی نے ایک پیاری سی بیٹی کو جنم دیا تھا! مگر والے خوش تھے تینوں بھائی اس ننھی سی پری کو جرت و سرت سے دیکھ رہے تھے۔ مشکوٰۃ نے بھی اس کے نرم نرم روئی کے گالے جیسی جلد کو ہاتھ سے چھوا تو اسے بہت اچھا لگا اس نے کتنی بار یہ عمل دہرایا اسے دیکھ کر موسیٰ بھی ایسے ہی کر رہا تھا۔

مشکوٰۃ اس وقت بالکل ایک نئے روپ میں نظر آ رہی تھی! بہت نرم اور انوکھی سی۔



آ شیر بہت مصروف تھا! اس کی واہسی پہلی کی طرح اب شام کو نہیں ہوتی تھی بلکہ رات کو تھا! سڑھٹا ٹھٹھ بجے کے قریب آتا۔ اتنا مصروف رہنے کے باوجود دروازہ ہی نظر آتا! عمارہ بھائی بھی گڑیا کے ساتھ مصروف تھیں! ایسے میں ان تین شرارتی بھائیوں کو کنٹرول کرنا ہی کا کام تھا۔

گیارہ بجے کا نام تھا! مشکوٰۃ سونے کی تیاری کر رہی تھی دن بھر کی محنت کی! اسے جلدی خیریت جاتی تھی ابھی اس نے دروازہ بند نہیں کیا تھا! معا! شیر بغیر دستک دیئے اندر گیا۔ تک سب سے تیار خوشبوؤں میں بسا بے حد جاذب نظر لگ رہا تھا! مشکوٰۃ کا دل ہرک اٹھا۔

”آ میں دروازہ لاک کر لیں! کسی کے آنے کا امکان تو نہیں پھر بھی کوئی آ جائے اور پوچھے تو کہہ دیں کہ میں دوستوں کے ساتھ باہر گیا ہوں اور آپ میرے روم میں سو جائیں۔“ وہ بہت جلدی میں لگ رہا تھا! اس کی سنے بغیر وہ اسی گجٹ میں چلا گیا۔

پتا نہیں اس وقت وہ کیوں جا رہا تھا! اپنے لٹونے کا بتایا بھی نہیں! اس کا انداز ظاہر کر رہا تھا کہ وہ ماما پاپے علم میں نہیں لانا چاہتا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ خیر اس کی بلا سے جہاں بھی جائے! مشکوٰۃ اس کے کمرے میں آ گئی! پہنچ کر کے کپڑے شیر نے کمرے میں ہی پھینک دیئے تھے! وہ جوں کے توں پڑے تھے! مشکوٰۃ اٹھا کے ہاتھ دم میں لٹکا آئی وہ بینڈ پر ہی لٹٹی۔

”میں کیوں صوفے پر لیٹوں! تو کرائی نہیں ہوں کوئی! خود لیٹیں صوفے پر! صوفے میں تو ادھر ہی سوؤں گی۔“ وہ جو سونے کے ارادے سے لیٹتی تھی! ایک گھنٹہ گزر اور دوسرا گزر! رانیند آنکھوں میں نہیں اتری۔

تین بج رہے تھے جب موبائل زور دواتا! واہ میں گنگنا! آ شیر کی کال تھی! اسے سیر حیوں والا مین ڈور کھولنے کو کہہ رہا تھا! وہ گھر سے پانچ منٹ کے فاصلے پر تھا۔ مشکوٰۃ دروازہ کھول کر پھر سے لیٹ گئی! اسے بہت نصیحتیں کر رہا تھا! وہ کوئی اس کی نوکرائی

ہے جو رات کے تین بجے دروازے کھولے اپنی نیندیں خراب کرے۔ اگلی رات وہ پھر اس کے سر پر کھڑا تھا۔

”میں فریڈز کے ساتھ جا رہا ہوں آپ میرے روم میں سو جائیں مین ڈور لاک کرنے کی ضرورت نہیں ہے آج آپ ڈسٹرب نہیں ہوں گی۔“ کل کی طرح وہ آج بھی بہت اچھے طریقے سے ڈریس اپ تھا اور بہت جاذبِ نظر لگ رہا تھا۔

مشکوٰۃ خاموشی سے اس کے روم میں آگئی اور سونے کی ناکام کوشش کرنے لگی نیند کل کی طرح آج بھی روٹھی ہوئی تھی۔ آج وہ کل سے بھی لیٹا تھا، مشکوٰۃ جاگ رہی تھی پر سوتی بن گئی۔ وہ صوفے پر بیٹھا شوژ اور ساکس اتار رہا تھا، مشکوٰۃ پلکوں کی جھری سے دیکھ رہی تھی کہ اس کے گریبان کے اوپر کے تینوں بٹن کھلے ہوئے ہیں اور بال بھی بکھرے ہوئے ہیں جب وہ گیا تھا اس کی ایسی حالت نہیں تھی۔ وہ بیڈ کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں مشکوٰۃ کا قبضہ تھا وہ اس کی طرف آ رہا تھا اس نے تختی سے ٹیکس موند لیں، مشکوٰۃ کو محسوس ہوا جیسے کوئی دائیں سائیڈ پر آ کے بیٹھا ہے۔ دوسرے ہی ثانیے دور جاتی چاپ کی آواز آئی، آئینے بیڈ پر پڑا دوسرا تکیہ اٹھایا تھا اور جا کے صوفے پر لیٹا تھا۔

اگلی پانچ راتیں اس نے شرافت سے گھر ہی پر مگر زاری تھیں اس کی دوراتوں کی غیر حاضری مشکوٰۃ کے علم میں ہی تھی اس وقت وہ کھٹک گئی جب آئینے میں خود کو دیکھ کر ”آپ کو کہاں انگل کی طرف جاتا ہے تو میں چھوڑ آتا ہوں آپ کو وہاں جا کے نیند پوری کر لیں۔“ میری نیندیں یہاں بھی پوری ہو رہی ہیں۔“ وہ کھٹاک سے بولی تھی۔

”آپ کے روم کی لائٹ جلتی رہتی ہے جیسا کہا ہے میں نے۔“ اس نے وضاحت کی۔

”وہ تو ایسے ہی جلتی رہتی ہے۔“

”نیند شے تو میرے پاس آ جایا کریں۔“ آئینہ علوی نے اپنی بے باک نگاہیں اس پر جمادیں۔

”میں اپنی جگہ پر ہی ٹھیک ہوں۔“

”مگر آپ کی نیند تو میرے پاس ہے۔“ آئینہ علوی کی گہری مردانہ آواز اس کے سارے اندازوں اور دفاعی باتوں کو غلط ثابت کرنے پر تلی ہوئی تھی۔

”میں اپنی چیزیں اپنے پاس ہی رکھتی ہوں۔“

”ہا ہا ہا ہا۔“ آئینہ ہنستا چلا گیا، مشکوٰۃ ابھی ہوئی تھی جانے کیوں وہ ہنس رہا تھا۔

اتوار کو وہ پھر خصوصی تیاری کے ساتھ کنبیں لگا، بہانہ وہی تھا دوستوں کے ساتھ جا رہا ہوں اب مشکوٰۃ کے پاس اس کے دوستوں کے نمبر نہیں تھے کہ پوچھ کر تصدیق کر لی۔ دوستوں میں لڑکیاں بھی تو شامل تھیں خاص طور پر فائقہ۔ اگر وہ کسی سے پوچھ کر کال کرتی آئینہ کو بتا چلتا تو پوچھتا کہ بی بی تمہیں کیا پروا ہے میں دوستوں کے ساتھ ہوتا ہوں کہ کنبیں اور تم یہ پوچھنے والی کون ہو پھر اس کی کیا عزت رہ جاتی۔ پہلے بھی کون سا وہ اسے کوئی اہمیت دے رہا ہے اس گھر میں اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ بس ہر ماہ اسے ضرورت کے پیسے دے کر اسے اس گھر میں لانے کا فرض پورا کر دیتا ہے باقی مشکوٰۃ کی کوئی اہمیت نہیں ہے بڑے محبت کے دعوے کرتا تھا، وہ صرف اس کے وجود پر اپنے نام کا ٹھپہ لگاتا چاہتا تھا تاکہ اس کے مردانہ غرور کی تسکین ہو سکے۔ گھر سے باہر اس کی ضرورت پوری ہو رہی ہے آخر کو پنڈم سے پیسے والا ہے۔ لڑکیوں کو اس میں اثر یکشن بھی ٹیل ہوئی ہے۔ مشکوٰۃ کی ساری سوچیں منفی تھیں اپنی جگہ وہ خود کو حق بجانب تصور کرتی تھی۔

آج مشکوٰۃ نہ سو رہی تھی نہ سونے کی اداکاری کر رہی تھی بچے سے یک لگائے نیند سے بے حال ہوئی آنکھوں کے ساتھ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ میز جیوں پر قدموں کی چاپ ابھری تو حیات چوکنی ہو گئیں۔

”آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں۔“ اس نے حیرت کا اظہار کیا۔

”جی نہیں آ رہی تھی۔“

خریداری کا اسے بھی اتنا خاص آئیڈیا نہیں تھا۔ وہ تو بھلا ہو عمارہ بھائی کا جنہوں نے اتنی مدد کی اور پھر وہ دونوں فرحان بھائی کی طرف گئے۔ رونا اور فرحان دونوں بہت خوش تھے ان کی خوب صورت سی دنیا مکمل ہو گئی تھی۔

”تم مجھے کب انکل بنا رہے ہو؟“ فرحان چھوٹے ہی آشر سے بولا مشکوٰۃ تیز تیز قدم اٹھاتی رہنا کی طرف بڑھ گئی اس میں آشیر علوی کا جواب سننے کی تاب نہیں تھی۔

”کیا بات ہے ڈسٹر بی لگ رہی ہو کوئی پریشانی ہے۔“

”ارے نہیں لپکی تو کوئی بات نہیں ہے۔“ اس نے زبردستی مسکراتے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”کچھ تو ہے جو تم چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔“ رونا اس کے پیچھے ہی پڑ گئی اس نے لاکھ انکار کیا جان چھڑائی پر رونا اپنے نام کی ایک قسمی اگلا کر رہی چھوڑا۔ مشکوٰۃ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا وہ پھٹ پڑی رہنا آکھیں پھاڑے تا قاتل یقین انداز میں اسے دیکھ رہی تھی وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے رو رہی تھی۔

یہاں فرحان کا تجربہ غلط ثابت ہوا تھا کہ عورت مرد کی محبت سے پھل جاتی ہے وہ تو آشیر کی بے انتہائی سے پھل رہی تھی اتنی بڑی بات اس پر آج کھلی تھی۔ مشکوٰۃ نے بہت بے وقوفی کی تھی اس بات کے پیچھے اپنی ازدواجی زندگی داؤ پر لگا دی تھی کتا آشیر نے شادی سے پہلے اس کی نیک نامی کو بدنامی میں بدلا۔ خاندان والے کب کے یہ بات بھول بھال گئے تھے کہ ایسا کچھ ہوا تھا آشیر کی وجہ سے وہ اگر بدنام ہوئی تھی تو آشیر نے اسے اپنا کر عزت بھی تو دی تھی معتبر بھی تو کیا تھا۔ مشکوٰۃ میں اتنی انتہا پسندی ہو گئی اس نے سوچا بھی نہیں تھا فرحان سے شادی کے بعد اس کی زبانی رہنا کتا آشیر کے خالص جذبات کا پتا چلا تھا جو صرف مشکوٰۃ کے لیے تھے اور اس نے تو شاید بھی یہ جاننے کی ضرورت ہی نہیں تھی کتا آشیر اسے کس قدر چاہتا ہے اس کے سچے جذبات کو مشکوٰۃ نے ہوس کا نام نہ دے کر سر اسر اس کی توین کی بھی پرچال ہے جو آشیر نے فرحان سے اس

”گندہ نہیں آ رہی تو میرا سر دبا نہیں بہت درد ہو رہا ہے۔“ اس کے کچھ بھی بولنے یا سوچنے سے جو شتر وہ جتوں سمیت لیٹ گیا سر مشکوٰۃ کی گود میں تھا وہ یوں بدکی جیسے نکلی کے ننگے سے چھوئی ہوئے ہاتھ قریب کدہ ایک دم پیچھے ہٹتی۔

”پلیز سر دبا نہیں ناں مشکوٰۃ؟“ وہ بہت گم اس کا نام لیتا تھا آج اس کے لبوں سے اپنا نام نہ کر اسے کسی انوکھے پن کا احساس ہوا۔ اس نے سمجھتے ہوئے آشیر کی پیشانی پر ہاتھ رکھا جو کہ گرم محسوس ہو رہی تھی۔

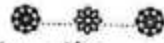
”بہت تھک گیا ہوں دل چاہ رہا ہے آپ پیار سے سلا دیں۔ میری خواہش بھی عجیب سی ہے ناں آپ کا دل کر رہا ہوگا میرا سر دبانے کے بجائے گلا دبا دیں۔“ اس نے آکھیں کھولتے ہوئے مشکوٰۃ کے ہاتھ تمام لیے جو اس کے ماتھے پر دھرے تھے کیا تھا اس کے ہاتھ میں بھلا؟ وہ اپنا آپ بھلائے لگ گئی تھی۔ اس نے زور لگا کر اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنا چاہا۔

”ہو نہیں نہیں اب نہیں پھسلتا میں۔“ جس تیزی سے آشیر نے ہاتھ پکڑا تھا اسی تیزی سے چھوڑ بھی دیا اپنی توجہ کے احساس سے اس کا روال روال سلگ اٹھا۔

”اب جائیں میں ٹھیک ہوں بہت جلد آپ کی تمام مشکلات اور تکالیف کا ازالہ کر دوں گا۔“ مشکوٰۃ الجھ کے اسے نکلنے لگ گئی آشیر نے اپنی نگاہیں اس پر جمادیں۔

”اسنے پیار سے نہ دیکھیں مجھے ضبط کھونے لگتا ہوں میں کوئی غصائی ہو جائے گی مجھ سے۔“ مشکوٰۃ کو اس کا انداز سر اسر سخرانہ لگا جیسے وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہو۔

”کاش اس کا اصل چہرہ سب کے سامنے آ جائے اس کے کروت سب پر کھل جائیں۔“ اس نے صدق دل سے دعا مانگی۔



رہنا کے گھر بیٹا پیدا ہوا تھا ننھے مہمان کے لیے آشیر نے مشکوٰۃ کو شاپنگ کرنے کے لیے کہا تھا یہ خالہ خواتین کا شعبہ تھا وہ عمارہ بھائی کو ساتھ لے گئی کیونکہ چھوٹے بچوں کی

کا ذکر تک کیا ہو وہ دونوں تو یہی سمجھتے رہے کہ شیر اور مٹکھوہ خوشگوار نمل زندگی گزار رہے ہیں۔



انگل کی طرف آیا وہ اجازت لے کر چلے گئے۔
واقعی مٹکھوہ ٹھیک کہہ رہی تھی، عمارہ بھائی بچوں کو لیے میکے جانے کے لیے تیار تھی، انہیں ڈراپ کر کے یاسر بھائی خود اپنی پونٹ کے ساتھ کوہاٹ کے لیے روانہ ہو گئے۔
”آپ کے لیے ایک اچھی خبر ہے میرے پاس۔“ پانی کا گلاس اٹھاتے اٹھاتے مٹکھوہ رک گئی اس کی سوالیہ نگاہوں کا اضطراب دو چند ہو گیا۔ ”میں نے عباس انگل کو بتا دیا ہے کہ آپ مجھ میں بھی انوالو نہیں تھیں جہاں جہاں میری وجہ سے آپ بدنام ہوئیں میں ان سب لوگوں کے پاس جا کر حقیقت بتانے کے لیے تیار ہوں کہ آپ نے مجھ سے انہیں نہیں چلایا بلکہ یہ میں تھا اور جس کی اس حرکت کی وجہ سے آپ کو ذہنی اذیت اٹھانا پڑی۔“ مٹکھوہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی، آشر بہت مجید تھا۔

عمر علوی اور افروز بیگم عمرے پر جا رہے تھے ان کا چانک پروگرام بنا تھا جس دن انہیں جانا تھا اس دن ان کے گھر ملنے بدلنے والوں کا رش تھا۔ عباس صاحب بھی نور افشاں کے ساتھ آئے تھے انر پورٹ روائٹی کے بعد گھر خالی خالی سا ہو گیا۔ آشر انر پورٹ سے آیا تو عباس بھی اس کے ہمراہ تھے، مٹکھوہ چائے بنانے لگی، ابو بہت کم ان کے گھر آتے تھے چائے لے کر اندر گئی تو آشر علوی اور ابو دونوں پاس پاس بیٹھے تھے۔ آشر کے چہرے پر معذرت خواہانہ اثرات تھے وہ جیسی آواز میں کچھ بول رہا تھا جبکہ ابو کا چہرہ سوچوں اور پریشانی کا شکار لگ رہا تھا اسے دیکھ کر آشر کے لب ساکت ہو گئے۔ آشر نے مٹکھوہ کو پانی لانے کے بہانے وہاں سے ہٹا دیا۔

”انگل میں شرمندہ ہوں، میری اس حرکت سے مٹکھوہ کو ذہنی اذیت اٹھانا پڑی، وہ یہی تصور کرتی رہی کہ وہ نگاہوں سے گر گئی ہے، میں اپنی غلطی ماننا ہوں کہ بھری محفل میں مجھے ایک لڑکی کے تقدس اور احترام کا خیال کرنا چاہیے تھا جو بھی جذبہ تھا ایک طرف تھا، مٹکھوہ انوالو نہیں تھی پسندیدگی میری طرف سے تھی۔ آپ تک بات کسی اور ہی رنگ میں پہنچی تھی۔“ آشر کا سر جھکا ہوا تھا وہ ان کی نگاہ میں بہت بلند ہو گیا تھا، مٹکھوہ کی خوشگوار زندگی اور پیار کرنے والی سسرال دیکھ کر وہ تو یہ بات کب کے بھول بھی گئے تھے آشر نے یاد کروا دیا تھا۔

”اب بھی اس بات پر معذرت نہ کرنا، میں خوش ہوں کہ تم مٹکھوہ کا نصیب ہو۔“ انہوں نے شفقت سے آشر کا کندھا تھپتھپایا تو اسے قدرے سکون کا احساس ہوا۔

عباس انگل کو چائے پیتا چھوڑ کر وہ مٹکھوہ کی تلاش میں باہر آیا وہ کچن سمیٹ رہی تھی۔

”آپ انگل کے ساتھ جانا چاہتی ہیں تو چلی جائیں۔“ مٹکھوہ کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجی۔

”میں نہیں جا رہی، آئی بھی گھر میں نہیں ہیں، عمارہ بھائی

”اب آپ میرا مزید تماشہ نہ بنائیں، میں اس باب کو دوبارہ نہیں کھولنا چاہتی۔“
”مگر لوگوں کو پھر اس بات کا کیسے پتا چلے گا کہ آپ نہیں بلکہ میں خود آپ میں انٹر سٹڈ تھا۔“ وہ شاید اس کی قوت برداشت آزمایا رہا تھا۔

”مجھے نہیں بتانا کسی کو بھی۔“ اس کا صبر جواب دیتا جا رہا تھا۔
”لیکن وہی بات پھر لوگوں کو کیسے پتا چلے گا کہ آپ بہت اچھی لڑکی ہیں اور میرے جیسے نوجوان کے ساتھ تو آپ محبت کر ہی نہیں سکتیں۔“ آشر اس کا مذاق اڑا رہا تھا مٹکھوہ کھانا اچھورا چھوڑ کر ٹیبل سے اٹھ گئی۔



رات آشر نچلے پورٹن میں ہی تھا، مٹکھوہ بھی اوپر تھی، نچلے حصے میں درخت اور ٹیل بونے بہت زیادہ تھے اسے ڈر سا لگ رہا تھا کیونکہ آشر نے ایک کمرے میں داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ عمارہ بھائی اور یاسر بھائی بھی نہیں تھے، لاؤنج کی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اس نے وہ بھی

سانوں تک گورکھ دینا چاہتا ہو۔

”وہ مجھ سے محبت کرتی تھی اس میں میری ہوس شامل نہیں تھی۔“ معاشرے کی آنکھیں ابھرنے لگیں یوں لگ رہا تھا وہ اس کی گرفت میں کسی گریبا کی طرح چرمے کے رہ جائے گی۔ آئینہ سارا ضبط کھو چکا تھا اسے جھٹکے سے آزاد کیا تو وہ صوفے سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

”جواب چاہیے مجھے آج خاموشی سے بات نہیں بنے گی محترمہ مشکوٰۃ صاحبہ“ آنکھوں میں غیظ و غضب لیے وہ اس کی طرف بڑھا تو تب تک وہ خود کو سنبھال چکی تھی۔

”میں اسے ہوس ہی کہوں گی؟“

”چنانچہ..... چنانچہ.....“ آئینہ نے پوری طاقت سے اسے دوپٹہ مارے وہ دوبار سے ٹکرا کر صوفے پر گر گئی۔ آئینہ اسے تمام کر اپنے مقابل کھڑا کر چکا تھا۔

”میں بتاتا ہوں محبت اور ہوس میں کیا فرق ہے ہوس بھی ایک بیماری ہے جب انسان اس میں مبتلا ہو تو انسان آرام کے لیے ہر ذرا لڑنے کے پاس بھاگ جاتا ہے گویا کہیں سے بھی اپنے جذبات و خواہشات کی تسکین کر سکتا ہے لیکن محبت میں یوں نہیں ہوتا ایک ہی سیما ہوتا ہے اس کا۔ چاہے آرام آئے نہ آئے محبت میں انسان جس سے محبت کرتا ہے اسی سے اپنے جذبات و خواہشات کی تسکین کرتا ہے کسی اور سے نہیں۔ مجھے اس فرق کا بہت اچھی طرح پتا ہے سو میں نے اپنے جذبات اور خواہشات پر پہرے بٹھا دیئے۔ ان کی تسکین کے لیے غلط راستہ استعمال نہیں کیا۔“ آئینہ کی انگلیاں اس کے شانوں پر گڑی جا رہی تھیں۔

”میں تمہارے ساتھ ایک کمرے میں ایک چھت کے نیچے نہیں رہ سکتا کیونکہ مجھے ڈر تھا میں ایک دن برداشت کرنے کی قوت کھونہ دوں تم میری دسترس میں نہیں آؤ گی کے زعم میں مجھے تمہارے وجود پر قبضہ کرنا گوارا نہیں تھا کیونکہ محبت کرتا تھا میں تم سے جس رات تم نے مجھ سے کلام پاک کی قسم کھانے کو کہا تھا اس رات واقعی میں اس پوزیشن میں نہیں تھا تمہارا ب میں میں قسم کھا سکتا ہوں تو ماہ سے زائد تمہیں اس گھر میں ہو چکے ہیں میں نے اپنے حق کا استعمال نہیں

بند کر لیں۔ فی وی بظاہر آن تھا مگر اس کا دھیان نہیں اور تھا اس کی جوج آئینہ سے گفتگو ہوئی تھی اس کے بعد اس کے ضمیر کو یہ گوارا نہیں تھا کہ وہ اپنے خوف کا اظہار کرتی۔ وہ اسی کشمکش میں تھی کہ آئینہ خوشبوؤں میں سب سے بہترین کپڑوں میں لباس اس کے سامنے کھڑا ہوا گاڑی کی چابی اس کے ہاتھ میں تھی۔

”میں جا رہا ہوں اوہیں کی طرف جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔ واپسی پر آپ کو بہت بڑی خوشخبری سناؤں گا۔“

”مجھے ڈر لگ رہا ہے گھر میں کوئی نہیں رات کے گیارہ تو بج ہی چکے ہیں۔“ وہ رو ہنسی ہو رہی تھی۔

”لیکن میرا جانا بہت ضروری ہے دوست میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔“

”میں جانتی ہوں سب کد آپ اتنی رات کو کون سے دوستوں کے پاس جاتے ہیں۔“

”آپ جانتی ہیں تو یہ اور بھی اچھی بات ہے نہ ویسے آپ بتا سکتی ہیں میں کون سے دوستوں کی پاس جاتا ہوں۔“ آئینہ اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔

”اپنی ہوس پوری کرنے انسان جہاں جاتا ہے آپ بھی وہیں جاتے ہیں۔“ مشکوٰۃ تن کر کھڑی تھی۔

”آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے۔“ آئینہ ابھی تک سکون سے بات کر رہا تھا۔

”ثبوت تو جیتا جاگتا ہے فائدہ کی صورت میں۔“ وہ بے خوفی سے بولی۔

”کیا ثبوت ہے آپ نے مجھے اس کے ساتھ پکڑا؟“

”ہم جب دعوت پر اس کے گھر گئے تو وہ آپ کے ساتھ بیٹھی تھی بار بار آپ کے کندھے پر ہاتھ مار رہی تھی۔ اوہیں بھائی بتا رہے تھے کہ وہ آپ کو پسند کرتی تھی محبت کرتی ہے شادی کرتا چاہتی تھی۔“ مشکوٰۃ دل میں اپنی ذہانت پر خود کو داد دے رہی تھی۔ آئینہ نے اسے بازوؤں میں جکڑ لیا تھا۔

”اب آپ بھی میرے بہت قریب ہیں کیا یہ بھی ہوس ہے؟ پسند آپ کو میں بھی کرتا تھا تو کیا یہ میری محبت تھی کہ ہوس؟“ آئینہ کی گرفت سے یوں لگ رہا تھا کہ وہ اس کی چلتی

اس کے گالوں کو بھگور ہے ہیں آئیر مرد تھا ضبط کر گیا تھا لیکن
مٹھکوڑے سے مبر نہیں ہو پایا تھا۔

”آپ کو کب جانا ہے بتائیں؟“ وہ سرخ سرخ آنکھوں
سے اسے دیکھ رہا تھا مٹھکوڑے کے پاس فیصلے کا ایک لمحہ تھا اس
کے بعد وقت نے ہاتھ سے پھسل جانا تھا اور شاید شیر کی محبت
بھی ہمیشہ کے لیے اس سے روٹھ جاتی اس کا اور اک ابھی
ابھی ہی تو ہوا تھا خود اپنے دل میں شیر کی محبت جانے کب
سے پنپ رہی تھی اس جذبے کو وہ غصے اور نفرت کی چھپکیاں
دے کے آج تک سلائی اور نظر چرائی آئی تھی مگر اب اور نظر
انداز کرنا ناممکن تھا۔ آئیر صوفے پر بیٹھا تھا وہ نیچے آ کے
کارپٹ پر اس کے قریب بیٹھ گیا تھی۔

”میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔“ معا اس
نے آئیر کو دونوں گھٹنوں سے پکڑ لیا جیسے اسے اٹھنے نہ دینا
چاہتی ہو اسے اپنے کانوں پر دھوکے کا گمان ہوا۔ ”مجھے
آپ کے ساتھ رہنا ہے آپ کے پاس رہنا ہے
کیونکہ..... کیونکہ..... میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔“
سکیوں اور چھپکیوں کے درمیان ڈوبتے ابھرتے اس نے
رک رک کر اپنی بات مکمل کی۔

”محبت وہ ہے جہاں آپ نے مجھ سے کیا میں ایسی ہی محبت
آپ سے کرنا چاہتی ہوں۔ کسی بھی قسم کے کھوٹ سے
پاک۔“ روتے روتے اس نے آئیر کا ہاتھ تھاما۔

”آپ کو میرے کسی بھی عمل سے کچھ بھی محسوس نہیں
ہوا؟“ اعتراضات و اعتراضات کا سلسلہ تھا آئیر ایک لفظ نہیں
بولتا ایک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ ”آپ میری ہر بات پر خاموش
رہے مجھے یوں لگتا آپ میری بے عزتی کر رہے ہیں میری
خوابش ہوئی کتا آپ میری طرف متوجہ ہوں مجھ سے مکمل
کے اپنے پیار کا اظہار کریں آپ کو نہیں کہتے تھے مجھے ایسا
لگتا کہ جیسے آپ کو صرف اتنی دلچسپی تھی کہ مجھے اس گھر میں
لے آئیں۔ آپ کی قوت برداشت اور ضبط نفس سے میں
چڑنے لگی تھی کیونکہ مجھے لگتا تھا آپ کو میری ذات سے کوئی
واسطہ نہیں ہے۔ میرے ہونے یا نہ ہونے سے آپ کو فرق
نہیں پڑتا۔ شیر میں آپ کی محبت کو نہیں سمجھ پائی تھی آپ مجھ

کیا۔ میں اسی ڈر سے سعودیہ سٹیل ہونے کی تیاری کرتا رہا
کیونکہ میری موجودگی میں تم آپ سیٹ رہتی تھیں لیکن دوبار گیا
پھر واپس آ گیا کہ تمہیں ایک نظر دیکھ لوں میرے دل کو سکون
آ جائے۔ میں اپنا اعتبار تم پر قائم نہ کر سکا میری وجہ سے تم
بدنام ہوئیں میں نے تمہیں اپنا کر عزت دی اپنی سب محبت
خلوص و وفا تمہارے نام لکھ دی مگر تم سمجھ نہیں پائیں۔ نو ماہ کم
نہیں ہوتے اتنا عرصہ تم میری محبت کو جان نہیں پائیں اسے
میری ہوس سے تعبیر کرتی رہیں تمہارے دل میں میرے
لیے جو نفرت اور عداوت ہے وہ میں کبھی بھی ختم نہیں کر سکتا
اس لیے میں اب اور تمہارے ساتھ نہیں چل سکتا میں کبھی بھی
تمہیں یقین نہیں دلا پاؤں گا۔ تم اس گھر میں جس طرح
آئیں اسی طرح جاؤ گی اسے مہربانی سمجھو یا احسان بہر حال
میں نے تم پر کر دیا ہے کیونکہ میں اب مزید اپنا امتحان نہیں
لے سکتا۔ انسان ہوں فرشتہ نہیں ہوں میرے بھی جذبات و
احساسات ہیں کسی بھی وقت بہک سکتا ہوں نہیں چاہوں گا
کتا آپ مجھے الزام دے کر اس گھر سے جائیں آپ کو یاد ہوگا
شاید ایک رات آپ ڈر کر میرے پاس چلی آئی تھیں وہ وقت
میرے لیے بہت کڑا تھا اس کے بعد میں نے رات کو باہر
جانا شروع کر دیا۔ دوبار چوکیدار سے لاک کھلو کے اپنے
آفس میں بیٹھا رہا کبھی فصول میں گاڑی ادھر ادھر دوڑاتا
تھک جاتا تو واپس آ جاتا ایک دوبار واقعی دوستوں کی ساتھ رہا
مگر زیادہ وقت اکیلے ہی گزارا اس کی وجہ بھی آپ تھیں آپ
سامنے ہوتی تھیں تو مجھے لگتا تھا میں ابھی اپنا اعتبار توڑ دوں گا
تھک ہار کر واپس آتا تو سو جاتا میں آپ کے سامنے آج
سرخرو ہو گیا ہوں۔

”میں سبئی خوشخبری واپس آ کتا آپ کو سنانا چاہتا تھا کہ
آپ میری طرف سے خود کو پابند نہ سمجھیں اس وقت کا انتظار
مجھے پہلے سے تھا ماما پیہا یہاں نہیں ہیں ان کے سامنے یہ
سب ہوتا تو انہیں بہت دکھ ہوتا۔ وہ مجھے اس ارادے سے باز
رکھنے کی کوشش بھی کرتے لیکن اب ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے
آپ جب چاہیں جاسکتی ہیں میری اجازت کی ضرورت نہیں
ہے۔“ مٹھکوڑہ کو خبر ہی نہیں ہوئی کہ بچا وازا نسوکتی دیر سے

تکمل گئی ہے پھل رہی ہے بس ایک غرور اور زعم میں ہے۔
 آج وہ اس سارے ڈرامے کا ڈراپ سین کرنا چاہتا تھا اس
 نے دوستوں کی طرف جانے کا اسی لیے کہا تھا کہ مشکوٰۃ کو اس
 عمل سے سزا ہوئی ہے وہ جانتا تھا کہ اس کے صبر کا پیمانہ بھریز
 ہو چکا ہے وہ پھٹ پڑے گی اور اس غصے میں اس کے منہ سے
 جی ہی نکلے گا ڈراپ سین ایسے ہی ہوا تھا۔
 مشکوٰۃ اپنے آنسو صاف کر رہی تھی آئینے میں اس کے
 ہاتھ پکڑے اور اپنے سینے پر رکھ لیے۔

”بہت تنگ کرتی رہی ہو مجھے اب اور تو نہ کرو گی۔“ آئینہ
 نے اپنے ہاتھوں سے اس کی نم آنکھیں صاف کیں۔
 وہ دور ہوئی آئینے نے اس کی روئی کی روئی آنکھوں
 میں چھانکا اور اس کی کوشش کا کام بنادی۔

”تمہاری محبت میں میں نے بھی خود پر بہت پہرے
 بٹھائے ہیں اپنے ارمانوں کو کھلا ہے اب میں تم کھا سکتا
 ہوں کہ میں تمہاری روح سے بھی پیار کرتا ہوں۔“ آئینہ
 کے لہجے میں جی کی کھٹکتی تھی۔ ”لیکن اب اور تم سے دور
 نہیں رہ سکتا۔“

”میں کون سا آپ سے دور رہ سکتی ہوں۔“ مشکوٰۃ کے
 لب کی کیا ہے۔

”تم نے میرے ساتھ بہت بُرا کیا بہت تنگ کیا مجھے۔
 بہت کڑی سزا دوں گا۔“ آئینہ لب دھیرے سے جھٹکتے تھے
 اور انہوں نے مشکوٰۃ کے کان میں سرگوشی کی بھی آئینہ کے بازو
 آہنی حصار کی طرح اس کے گرد جمنا تھے۔

خاموشی اور نگہوں کی زبان میں بہت سے جذبے بول
 رہے تھے جن کی تال پر مشکوٰۃ کا دل دھڑک رہا تھا اور یہ
 دھڑکن لمحہ بہ لمحہ بڑھ جوش ہوتی جا رہی تھی۔ آئینہ نے دوری کی
 سبب دیواریں گرا دی تھیں۔ وہ بھی تو یہی چاہتی تھی کہ آئینہ اس
 کے جذبوں کو پھیرائی بخش دے اور آج آئینہ نے دل میں
 چھپی ان کہی باتوں کو جان کر اسے معتبر کر دیا تھا۔



سے دور ہوتے گئے آپ نے مجھ پر اپنا حق نہیں بتایا یہی
 بات مجھے آپ کی طرف سے غصہ دلائی اور مجھے یہ بات آپ
 کا اسیر کرتی تھی۔ مجھے پتا بھی نہیں چلا کہ میرے دل کی زمین
 محبت کے پودے کے لیے بہت موزوں تھی آپ کے نام کا
 پودا اپنی جڑیں مضبوط کرتا گیا بس مجھے یہ بات تسلیم کرتے
 ہوئے درگت تھا جب آپ کو پتا چلے گا تو آپ مذاق اڑائیں
 گے۔ خاندان بھر میں آپ کی محبت کا چرچا تھا مگر اولین
 ملاقات میں ہی میری ناپسندیدگی کے اظہار کے بعد آپ
 خاموش ہو گئے مجھے جتایا تک نہیں۔ مجھے اندر ہی اندر
 ساگتے رہے راکھ بناتے رہے اب کہتے ہیں میں چلی
 جاؤں۔ میں نے اب کہیں نہیں جانا۔ ”مشکوٰۃ نے تھک بار کر
 اپنا سر اس کے کندھوں پر رکھ دیا تھا آئینہ کے چلتے سگتے
 جذبوں کو تھما گیا جیسے برسوں بعد صحرائی خشک ریت پر زور
 دار بارش ہوئی ہو۔

”میں نے کہیں جانے دینا بھی نہیں ہے اپنے پاس رکھنا
 ہے ہمیشہ کے لیے۔ تمہارے منہ سے اعتراف محبت سن کر
 سکون مل گیا ہے مجھے ٹوٹ کر چاہوا پنی محبت سے سب کچھ
 بھلا دو آنکھیں بند کر کے میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں
 گرنے نہیں دوں گا اور آپ ان آنکھوں میں آنسو نہ لائیں
 میں نے تمہیں دوبار چپکے چپکے روتے دیکھا اور مشکل سے خود
 پر صبر کیا میں تمہارے جذبوں سے انجان تو نہیں تھا کہ ایک
 لڑکی میرے انتظار میں جاگتی رہتی ہے اور جب میں آتا ہوں
 تو وہ سوہنی بن جاتی ہے۔ وہ میری پیش قدمی کا انتظار کرتی ہے
 اپنا آپ مجھ سے چرائی ہے اور ڈرتی بھی ہے کہ میں اس کی
 چوری نہ چڑ لوں اس کے مجرم کا نام نہ جان لوں۔“

”آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟“
 ”کیونکہ میں اپنی محبت کی مضبوطی جانچ رہا تھا۔“ آئینہ
 کے لبوں کی تراش میں مسکراہٹ چمکی گرج چمک کے بعد
 مطلع صاف تھا۔

رمنانے ہی تو اسے بتایا تھا کہ آئینہ بھائی وہ بے وقوف
 لڑکی آپ سے محبت کرنے لگی ہے اب بھی اگر آپ خاموش
 رہے تو وہ کوئی حماقت کر بیٹھے گی یہ تو اسے بھی پتا تھا کہ مشکوٰۃ